اپنے جوش میں میرے ہاتھ کو اس قدر دبا دیتے ہیں کہ اُنگلیوں میں درد ہونے لگتا ہے اور میں قلم نہیں پکڑ سکتا۔ یہ تو علیحدہ رہا، اپنے ساتھ میرے کل خیالات کو بھی لے جاتے ہیں۔ خیالات کو جمع کرنے کی کوشش کرتا ہوں مگر اب وہ کہاں؟ اور دیکھا جائے تو میرے کمرے میں ایک منٹ سے زیادہ نہیں رہے، تاہم وہ اگر گھنٹوں رہتے تو اس سے زیادہ نقصان نہ کرتے۔ کیا میں انھیں چھوڑ سکتا ہوں؟ میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ میری اور ان کی دوستی بہت پرانی اور وہ مجھ سے بھائیوں کی طرح محبت کرتے ہیں، تاہم میں انھیں چھوڑ دوں گا۔ ہاں چھوڑ دوں گا ...اگر چہ کلیجے پر پتھر رکھنا پڑے گا۔

اور لیجیے، دوسرے دوست محمد تحسین ہیں۔ یہ بال بچوں والے صاحب ہیں اور رات دن انھی کی فکر میں رہتے ہیں۔ جب کبھی ملنے آتے ہیں تو تیسرے پہر کے قریب آتے ہیں، جب میں کام سے تو فارغ ہو چکتا ہوں لیکن اس قدر تھکا ہوا ہوتا ہوں کہ دل یہی چاہتا ہے کہ ایک گھنٹا آرام کرسی پر خاموش پڑا رہوں مگر تحسین آئے ہیں اور ان سے ملنا ضروری ہے۔ ان کے پاس باتیں کرنے کے لیے، سوائے اپنی بیوی بچوں کی بیماری کے کوئی مضمون ہی نہیں۔ میں کتنی ہی کوشش کروں مگر وہ اس مضمون سے باہر نہیں نکلتے۔ اگر میں موسم کا ذکر کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں ہاں بڑا خراب موسم ہے، میرے چھوٹے بچے کو بخار آ گیا، منجھلی لڑکی کھانسی میں مبتلا ہے۔ اگر پولیٹکس یا لٹریچر کے متعلق گفتگو شروع کرتا ہوں تو تحسین صاحب فوراً معذرت پیش کرتے ہیں کہ بھائی آج کل گھر بھر بیمار ہے، مجھے اتنی فرصت کہاں کہ اخبار پڑھوں۔ اگر کسی عام جلسے میں آتے ہیں تو اپنے لڑکوں کو ضرور ساتھ لیے ہوتے ہیں اور ہر ایک سے بار بار پوچھتے رہتے ہیں کہ ''طبیعت تو نہیں گھبراتی؟ پیاس تو نہیں معلوم ہوتی؟'' کبھی کبھی نبض دیکھ لیتے ہیں اور وہاں بھی کسی سے ملتے ہیں تو گھر کی بیماری ہی کا ذکر کرتے ہیں۔

ایک صاحب ہیں جو مجھ سے کبھی نہیں ملتے مگر جب آتے ہیں، میں ان کا مطلب سمجھ جاتا ہوں۔ یہ حضرت ہمیشہ قرض مانگنے کے لیے آتے ہیں اور ایسے وقت آتے ہیں جب میں باہر جانے والا ہوتا ہوں۔ ایک صاحب ہیں جو مجھ سے ملتے ہی کہتے ہیں، ''میاں! عرصے سے میرا دل چاہتا ہے تمھاری دعوت کروں۔'' مگر کبھی اپنی خواہش پوری نہیں کرتے۔ ایک دوست ہیں؛ وہ آتے ہی سوالات کی بوچھار کر دیتے ہیں۔ جب میں جواب دیتا ہوں تو متوجہ ہو کر نہیں سنتے یا اخبار اُٹھا کر پڑھنے لگتے ہیں یا گانے لگتے ہیں۔ ایک صاحب ہیں جو جب آتے ہیں، اپنی ہی کہے جاتے ہیں، میری نہیں سنتے۔

یہ سب میرے عنایت فرما اور خیر طلب ہیں مگر اپنی طبیعت کو کیا کروں، صاف صاف کہتا ہوں کہ ان میں سے ہر ایک سے کہہ سکتا ہوں، ع: مجھ پہ احساں جو نہ کرتے تو یہ احساں ہوتا

اب چونکہ میں نے یہ حال لکھنا شروع کر دیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند اور احباب کے متعلق اپنے دلی خیالات ظاہر کروں۔ دروازے پر ایک گاڑی آ کے رکی ہے، میں سمجھ گیا کہ کون صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ میں ان کی شکایت نہیں کرنے کا کیونکہ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ تین گھنٹے سے میں یہ مضمون لکھ رہا تھا کہ کسی کرم فرما نے کرم نہیں فرمایا اس لیے اس کے شکریے میں میں اس مضمون کو اسی ناتمام حالت میں چھوڑتا ہوں اور اپنے دوست کا خیر مقدم کرتا ہوں۔

''آیئے، آیئے۔ مزاجِ عالی ...بہت دن بعد تشریف لائے۔''

معانی واشارات

بھڑ بھڑیا -	بکواسی، باتونی	Talkative
نچلا نہ بیٹھنا -	چین سے نہ بیٹھنا	To be eager, restless
خلقت -	عادت	Nature
بھونچال -	زلزلہ	Earthquake
حرج -	اڑچن	Hindrance
منجھلی -	درمیانی	Middle

خدا کی پناہ -	اللہ بچائے	God save
کلیجے پر پتھر رکھنا -	بہت برداشت کرنا	Heavy heartedly
معذرت -	معافی	Excuse
عنایت فرما -	مہربانی کرنے والا	Benevolent
خیر طلب -	بھلائی چاہنے والا	Well-wisher

مشقی سرگرمیاں

سبق کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

- 'جان پہچان' کی مدد سے ذیل کا رواں خاکہ مکمل کیجیے۔

سجاد حیدر یلدرم ______ میں
______ میں پیدا ہوئے۔
ان کا اصل نام ______ تھا۔
اعلیٰ تعلیم ______ سے حاصل کی۔

- دوست محمد تحسین سے متعلق خاکہ مکمل کیجیے۔

محمد تحسین
فکر ← ______
آمد ← ______
مضمون ← ______
جلسہ ← ______
ذکر ← ______

- مصنف کے دوست احمد مرزا کے آنے کا انداز لکھیے۔
- احمد مرزا سے ایک منٹ کی ملاقات کا مصنف کی طبیعت اور خیال پر اثر تحریر کیجیے۔
- احمد مرزا کے نوکر خیراتی سے کہے جملے اور مصنف سے کہے جملے کے فرق کو واضح کیجیے۔
- احمد مرزا سے متعلق مصنف کی رائے لکھیے۔
- مصنف کے دوسرے دوست کا نام اور پسندیدہ مضمون لکھیے۔
- موسم اور پالیٹکس کے موضوع پر مصنف کے دوسرے دوست کا ردّ عمل بیان کیجیے۔
- مصنف کے تیسرے دوست کی دوستی کا مطلب لکھیے۔
- مصنف کے دوستوں کی خصوصیات تحریر کیجیے۔
- مضمون 'میرے دوست' سے متعلق مصنف کا تاثر قلم بند کیجیے۔
- سبق سے انگریزی الفاظ نقل کر کے انگریزی رسمِ خط میں لکھیے۔
- مضمون میں کل مذکور دوستوں کی تعداد لکھیے۔
- مصنف کے دوستوں کے لیے استعمال کیے گئے صفاتی نام تحریر کیجیے۔
- خیراتی کب سے کام کر رہے ہیں توبہ توبہ
درج بالا جملے میں علاماتِ اوقاف کا استعمال کرتے ہوئے دوبارہ لکھیے۔

۱۱۔ ایک خط

پنڈت جواہر لال نہرو

پہلی بات : ادب میں خطوط کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مشہور لوگوں کے خطوط سے نہ صرف ان کی نجی زندگی کا پتا چلتا ہے بلکہ اس دور کے حالات سے بھی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ اندرا گاندھی پنڈت جواہر لال نہرو کی چہیتی بیٹی تھیں۔ وہ بچپن میں مسوری کے ایک بورڈنگ اسکول میں زیرِ تعلیم تھیں۔ اُس دوران پنڈت نہرو نے انھیں مختلف موقعوں پر کئی خطوط لکھے جو آگے چل کر "Letters from a Father to his Daughter" کے نام سے شائع ہوئے۔ یہ خط انھی میں سے ایک ہے جس میں انھوں نے اپنی بیٹی کو اس کی سالگرہ کے موقع پر نیک خواہشات پیش کی ہیں۔

جان پہچان : پنڈت جواہر لال نہرو ۱۴؍نومبر ۱۸۸۹ء کو الٰہ آباد میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ٹرینیٹی کالج، کیمبرج (انگلستان) سے گریجویشن کیا اور اِنرٹیمپل سے بیرسٹری کی ڈگری حاصل کی۔ ہندوستان لوٹنے کے بعد وہ انڈین نیشنل کانگریس سے وابستہ ہو گئے اور ملک کی آزادی میں انھوں نے کلیدی کردار ادا کیا۔ وہ آزاد ہندوستان کے پہلے وزیرِ اعظم بنے۔ "The Discovery of India" ان کی مشہور کتاب ہے اور "Towards Freedom" ان کی سوانح ہے۔ ۲۷؍مئی ۱۹۶۴ء کو ان کا انتقال ہوا۔

نینی سینٹرل جیل، الٰہ آباد،

26؍اکتوبر 1930ء

پیاری بیٹی !

تمھیں اپنی سالگرہ کے موقع پر تحفے اور نیک خواہشات ملتی ہی رہی ہیں۔ نیک خواہشات کی تو اَب بھی کوئی کمی نہیں لیکن میں جیل سے تمھارے لیے کیا تحفہ بھیج سکتا ہوں؟ نیک خواہشات کا تعلق تو دل سے ہے، جیسے کوئی پری تمھیں یہ سب کچھ دے رہی ہو۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنھیں جیل کی اونچی دیواریں بھی نہیں روک سکتیں۔

تم خوب جانتی ہو کہ مجھے نصیحت کرنے سے کتنی نفرت ہے۔ جب کبھی میرا جی چاہتا ہے کہ نصیحت کروں تو ہمیشہ اُس 'عقل مند' کی کہانی یاد آ جاتی ہے جو میں نے کبھی پڑھی تھی۔ شاید ایک دن تم بھی وہ کتاب پڑھو جس میں یہ کہانی بیان کی گئی ہے :

کوئی تیرہ سو برس گزرے کہ ملک چین سے ایک سیّاح علم و دانش کی تلاش میں ہندوستان آیا۔ اس کا نام ہیؤن سانگ تھا۔ وہ شمال کے پہاڑ اور ریگستان طے کرتا ہوا یہاں پہنچا۔ اُسے علم کا اتنا شوق تھا کہ راستے میں اس نے سیکڑوں مصیبتیں اُٹھائیں اور ہزاروں خطروں کا مقابلہ کیا۔ وہ ہندوستان میں بہت دن رہا۔ خود سیکھتا تھا اور دوسروں کو سکھاتا تھا۔ اس کا زیادہ تر

وقت نالندہ وِدّیاپیٹھ میں گزرا جو شہر پاٹلی پتر کے قریب واقع تھی۔ اس شہر کو اب پٹنہ کہتے ہیں۔

ہیون سانگ پڑھ لکھ کر بہت قابل ہوگیا حتیٰ کہ اُس کو فاضلِ قانون کا خطاب دیا گیا۔ پھر اُس نے سارے ہندوستان کا سفر کیا۔ اس عظیم الشان ملک کے باشندوں کو دیکھا بھالا اور اُن کے بارے میں پوری معلومات حاصل کیں۔ اس کے بعد اس نے اپنا سفرنامہ لکھا۔ اس کتاب میں وہ کہانی بھی شامل ہے جو اس وقت مجھے یاد آئی۔

یہ ایک شخص کا قصہ ہے جو جنوبی ہند سے شہر 'کرنا سونا' میں آیا۔ یہ شہر صوبہ بہار، بھاگل پور کے آس پاس کہیں تھا۔ ہیون سانگ نے سفرنامے میں لکھا ہے کہ ایک شخص اپنے پیٹ کے چاروں طرف تانبے کی تختیاں باندھے رہتا تھا۔ سر پر ایک جلتی ہوئی مشعل رکھتا تھا۔ ہاتھ میں ڈنڈا لیے ہوئے اس عجیب وغریب انداز میں بڑی شان سے اِدھر اُدھر گھومتا پھرتا تھا۔ جب کوئی اس سے پوچھتا کہ آخر آپ نے یہ کیا صورت بنا رکھی ہے؟ تو وہ جواب دیتا کہ "میرے اندر بے حساب علم بھرا ہوا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میرا پیٹ نہ پھٹ جائے اس لیے میں نے اپنے پیٹ پر تانبے کی تختیاں باندھ رکھی ہیں۔ اور چوں کہ تم سب لوگ جہالت کے اندھیرے میں رہتے ہو، مجھے تم پر ترس آتا ہے اس لیے میں ہر وقت اپنے سر پر مشعل لیے پھرتا ہوں۔"

ہاں، تو مجھے ایسا کوئی خطرہ نہیں ہے کہ بہت زیادہ علم وحکمت سے پھٹ جاؤں، اس لیے مجھے اپنے پیٹ پر تانبے کی تختیاں باندھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ میری عقل میرے پیٹ میں نہیں ہے بلکہ جہاں کہیں بھی ہو اس میں اتنی گنجائش ہے کہ بہت کچھ اور سما سکے۔ اور جب میری عقل محدود ہے تو میں کیسے ایک عقل مند آدمی بن کر دوسروں کو مشورہ دوں اسی لیے میں یہ جاننے کی کوشش کرتا ہوں کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط، کیا کرنا چاہیے اور کیا نہ کرنا چاہیے۔ اس بحث مباحثے سے کبھی کبھی کوئی سچائی نکل آتی ہے۔

اس لیے میں نصیحت نہیں کروں گا۔ پھر کیا کروں؟ خط باتوں کی جگہ نہیں لے سکتا کیونکہ یہ یک طرفہ ہوتا ہے اس لیے میں اگر کوئی بات کہوں اور وہ تم کو نصیحت لگے تو اسے کڑوی گولی سمجھ کر مت نگلو۔ بس یہ سمجھو کہ میں تم کو مشورہ دے رہا ہوں اور گویا ہم تم آمنے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔

میں نے تم کو لمبا سا خط لکھ ڈالا۔ ابھی بہت سی باتیں باقی ہیں۔ اتنی باتیں اس خط میں کیسے آسکتی ہیں!

تم بڑی خوش قسمت ہو کہ اپنے ملک کی آزادی کی جدوجہد کو دیکھ رہی ہو۔ تم اس لحاظ سے بھی خوش قسمت ہو کہ ایک بہادر عورت تمھاری ماں ہے۔ اگر تم کو کبھی کسی بات میں شبہ ہو یا تمھیں کوئی پریشانی ہو تو تم کو اپنی ماں سے بہتر ساتھی نہیں مل سکتا۔

خدا حافظ بیٹی!... میری دعا ہے کہ تم ایک دن بہادر سپاہی بنو اور ہندوستان کی خدمت کرو۔

محبت اور نیک خواہشات کے ساتھ

جواہر لال

معانی واشارات

دانش	عقل، سمجھ	Wisdom
نالندہ وِدّیاپیٹھ	پرانے زمانے کی ایک یونیورسٹی جو پاٹلی پتر (پٹنہ) کے قریب تھی	An old university near Patliputra (Patna)
فاضلِ قانون	قانون جاننے والا	Law expert
علم وحکمت	عقل مندی، دانش مندی	Wisdom
گنجائش	سمائی، جگہ	Capacity
محدود	حد کے اندر، تنگ	Limited
بحث مباحثہ	بحث وتکرار	Discussion
جدوجہد	سخت کوشش	Struggle

مشقی سرگرمیاں

✣ خط پڑھ کر شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔

مکتوب نگار
- نام
- پتا
- تاریخ

✣ چینی سیاح سے متعلق ذیل کا شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔

چینی سیاح
- نام
- تلاش
- مصروفیت
- خطاب

✣ جنوبی ہند سے شہر ’کرنا سونا‘ میں آنے والے عجیب و غریب شخص کا شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔

شہر ’کرنا سونا‘ کا عجیب وغریب شخص

✣ درج ذیل الفاظ سے متعلق ’پنڈت‘ نہرو کے خیالات ’خط‘ کی روشنی میں لکھیے۔

- نیک خواہشات

- عقل
- کوشش
- مشورہ
- خوش قسمت
- دعا

✣ نصیحت سے متعلق پنڈت نہرو کے جملے خط سے نقل کیجیے۔

✣ شہر ’کرنا سونا‘ کے عجیب و غریب شخص کا علم سے متعلق دعویٰ لکھیے۔

✣ خط کی مدد سے نالندہ وِدّیاپیٹھ سے متعلق دو جملے تحریر کیجیے۔

✣ خط کا مرکزی خیال اپنے لفظوں میں تحریر کیجیے۔

✣ پنڈت نہرو کی بیٹی اِندرا خوش قسمت ہے کیونکہ ...

۱۔

۲۔

۳۔

✣ نیچے دیے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

علم ودانش　　علم وحکمت　　صحیح اور غلط

✦ 'عقل مند' مرکب لفظ ہے۔ عقل + مند = عقل مند
'مند' لاحقہ (suffix) ہے۔اس کا استعمال کرتے ہوئے
دو مرکب الفاظ بنائیے۔

✦ دیے ہوئے الفاظ کی ضد لکھیے۔
نیک، نفرت، مصیبت، محدود، صحیح

عملی قواعد

فجائیہ جملہ (Exclamatory sentence)

ذیل کے جملوں کو پڑھتے ہوئے ان کے لہجے پر غور کیجیے۔

۱۔ اہاہاہا، آخر میں نے تمھیں پکڑ لیا!
۲۔ واللہ! مجھے کس قدر خوشی ہوئی۔
۳۔ خدا حافظ!
۴۔ ہاں، بڑا خراب موسم ہے!

پہلے جملے سے خوشی کا اظہار ہو رہا ہے (اہاہاہا)
دوسرے سے خلوص ظاہر ہے (واللہ)
تیسرا فقرہ الوداعی ہے اور چوتھے جملے میں موسم کو برا کہا گیا ہے۔

بات کرتے وقت کچھ جملوں سے خوشی، دکھ، حیرت یا کسی اور جذبے کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ ایسے جملے کو **'فجائیہ جملہ'** (exclamatory sentence) کہتے ہیں۔

آہا! آپ کب آئے؟
افسوس! تم وہاں موجود نہیں تھے۔

فجائیہ جملوں میں 'ارے، واہ وا، ہائے' جیسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ فجائیہ نشان (!) لگایا جاتا ہے۔

ذیل کے جملوں میں مناسب جگہ پر فجائیہ نشان لگا کر بتائیے کہ ان سے کون سے جذبے کا اظہار ہو رہا ہے۔

۱۔ اے بھائی میری بات سنو
۲۔ ارے واہ تم کب آئے
۳۔ ہائے میں تو برباد ہو گیا

سرگرمی/منصوبہ

۱۔ اپنے دوست/سہیلی کو سالگرہ کی مبارکباد کا خط تحریر کیجیے۔
۲۔ نیک خواہشات کے لیے پانچ پیغام تحریر کیجیے۔
۳۔ یومِ اطفال کے موقع پر اسکول میں ہونے والے جلسے میں پنڈت نہرو کی زندگی کے حالات پر تقریر کیجیے۔

سرسیّد احمد خاں کے قلم سے

"...میری تمام آرزو یہ ہے کہ بلا لحاظ قوم اور مذہب کے تمام انسان آپس میں ایک دوسرے کی بھلائی پر متفق ہوں۔ مذہب سب کا بے شک علیحدہ علیحدہ ہے مگر اس کے لحاظ سے آپس میں کوئی دشمنی کی وجہ نہیں ہے۔ فرض کرو کہ ایک دسترخوان پر مختلف قسم کے کھانے موجود ہیں۔ ان میں کوئی کسی کھانے کو پسند کرتا ہے اور کوئی کسی کو۔ مگر اس اختلافِ طبائع کی وجہ سے اس دسترخوان پر بیٹھنے والوں کو باہم کچھ رنج نہیں ہوتا۔ اسی طرح دنیا میں مختلف مذہبوں کی وجہ سے مختلف مذہب والوں میں کوئی وجہ باہمی رنج کی پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہر شخص اپنے ایمان کا مختار بلکہ میری رائے میں مجبور ہے۔ اس لیے جس چیز کا یقین اس کے جی میں ہے، اس کو وہ اختیار کرے گا۔ وہ یقین دوسروں کے دل میں اثر نہیں کرتا۔ اچھا ہے تو اس کے لیے اور برا ہے تو اس کے لیے۔ لیکن آپس کی محبت میں جو انسانوں کی راحت میں سب سے بڑا جز ہے، اس کے کچھ نقصان نہیں آسکتا۔"

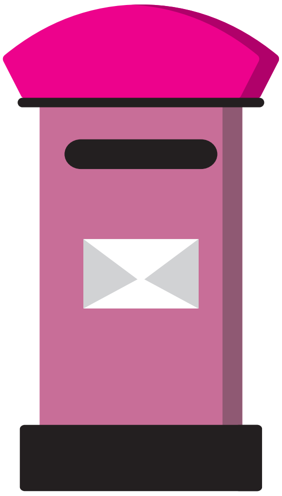

۱۔ حمد

داغؔ دہلوی

پہلی بات : ہم جب زندگی پر غور کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ اس کائنات میں بے شمار چیزیں ہیں جو نہایت خوب صورت انداز میں پیدا کی گئی ہیں۔ ہمیں یقین آ جاتا ہے کہ تمام چیزوں کا بنانے والا ایک خدا ہے۔ خدا کی ذات قابلِ تعریف ہے جس نے نہ صرف پوری کائنات بنائی بلکہ وہ تمام جہانوں کا پالنے والا اور نگہبان بھی ہے۔ ذیل کی نظم میں شاعر نے خوبصورت انداز میں خدا کی حمد وثنا بیان کی ہے۔

جان پہچان : نواب مرزا خان نام اور داغؔ تخلص تھا۔ وہ ۱۸۳۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ذوقؔ دہلوی کے شاگرد اور اپنے وقت کے استاد شاعر تھے۔ 'فصیح الملک، بلبلِ ہندوستان' اور 'جہاں استاد' ان کے خطابات تھے۔ ان کی زبان میں سادگی، بیان میں شوخی اور بانکپن ہے۔ 'آفتابِ داغ، مہتابِ داغ، گلزارِ داغ' اور 'یادگارِ داغ' ان کے دیوان ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے ایک مثنوی 'فریادِ داغ' کے نام سے بھی لکھی ہے۔ ۱۹۰۵ء میں ان کا انتقال ہوا۔

سبق ایسا پڑھا دِیا تو نے
دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے

لاکھ دینے کا ایک دینا ہے
دلِ بے مدعا دِیا تو نے

بے طلب جو ملا ، ملا مجھ کو
بے سبب جو دِیا ، دِیا تو نے

نارِ نمرود کو کیا گلزار
دوست کو یوں بچا دیا تو نے

جس قدر مَیں نے تجھ سے خواہش کی
مجھ کو اس سے سِوا دِیا تو نے

مجھ گنہگار کو جو بخش دِیا
تو جہنم کو کیا دِیا تو نے

داغؔ کو کون دینے والا تھا
جو دِیا ، اے خدا ! دِیا تو نے

خلاصہ : شاعر خدا کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے خدا! تو نے میرے دل میں اپنی ذات کا یقین اس پختگی کے ساتھ بٹھا دیا کہ میں تیرے سوا سب کچھ بھلا بیٹھا ہوں۔ تو نے میرے دل کو دنیا کی حرص و ہوس سے آزاد کر دیا۔ تیری یہ دین لاکھوں عطیوں سے بڑھ کر ہے۔ تو نے مجھے بن مانگے سب کچھ عطا کر دیا۔ تو نے حضرت ابراہیمؑ کو جلانے کے لیے نمرود کی بھڑکائی ہوئی آگ کو گلزار کر دیا اور اپنے دوست کو بچا لیا۔ تو نے میرے گناہوں کو معاف کر دیا اور مجھے عذابِ جہنم سے بچایا۔ شاعر آخر میں کہتا ہے کہ اے خدا تیرے سوا مجھے اور کون دینے والا تھا، مجھے جو کچھ ملا ہے تیرے ہی در سے عطا ہوا ہے۔

معانی و اشارات

دلِ بے مدعا – وہ دل جس میں کوئی خواہش نہ ہو
Heart without any desire

بے طلب – بغیر مانگے — Without demand

نار – آگ — Fire

نمرود – حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کا ایک بادشاہ
A king during the period of prophet Ibraheem

گلزار – باغ — Garden

سوا – زیادہ — More

بخشنا – معاف کرنا — Forgive

مشقی سرگرمیاں

✧ 'جان پہچان' کی مدد سے ذیل کا خاکہ مکمل کیجیے۔

شاعر سے متعلق معلومات

نام	
تخلص	
جائے پیدائش	
استاد کا نام	
خطابات	
شعری مجموعے	

✧ شاعر کے لیے اللہ کی دی ہوئی سب سے بہتر چیز کی وضاحت کیجیے۔

✧ حمد میں جس واقعے کا ذکر ہے، اسے اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔

✧ شاعر نے خود کی جن کمیوں کا ذکر کیا ہے انھیں قلمبند کیجیے۔

✧ حمد سے تلمیح والا شعر نقل کیجیے۔

✧ 'دل سے سب کچھ بھلا دیا' سے شاعر کی مراد بیان کیجیے۔

✧ ذیل کے شعر کا مطلب لکھیے۔

مجھ گنہگار کو جو بخش دیا
تو جہنم کو کیا دیا تو نے

✧ ذیل کے معنی کے لیے نظم سے الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

آگ ، باغ ، دوزخ

✧ نظم میں مذکور اللہ کی مہربانیوں سے اپنی پسندیدہ مہربانی لکھیے۔

✧ حمد کے قافیوں کی فہرست معنی کے ساتھ بنائیے۔

✧ اپنی پسند کا شعر نقل کر کے پسندیدگی کی وجہ تحریر کیجیے۔

✧ حمد کا مفہوم واضح کیجیے۔

✧ نظم میں لفظ 'دوست' جس شخصیت کے لیے استعمال کیا گیا ہے، ان کا نام لکھیے۔

✧ نظم سے دو مصرعے نقل کیجیے جو استفہامیہ جملے ہیں۔

۲۔ لندن کی ہوا

اکبرؔ الٰہ آبادی

87Y18I

پہلی بات : ایک مشہور کہاوت ہے 'کوا چلا ہنس کی چال، اپنی چال بھی بھول گیا'۔ یہ بات انگریزوں کے دورِ حکومت میں ان کی نقل کرنے والوں پر صادق آتی ہے۔ اس زمانے میں لوگوں نے انگریزوں کے افکار و خیالات اور رہن سہن کے طریقے بڑی تیزی سے اپنائے۔ بلا شبہ انگریزوں نے ہمارے ملک کو بہت سی نئی چیزوں سے روشناس کرایا مگر سکے کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ ان کی تہذیب کو اپنانے کی دھن میں لوگ اپنی تہذیب اور مذہبی قدروں سے دور ہوتے چلے گئے۔ ذیل کی نظم میں شاعر نے اسی صورتِ حال پر افسوس ظاہر کیا ہے۔

جان پہچان : اکبر حسین اکبرؔ الٰہ آبادی ۱۸۴۶ء میں پیدا ہوئے۔ وہ اُردو کے مشہور طنز و مزاح نگار تھے۔ انھوں نے غزلیں بھی کہیں اور نظمیں بھی۔ انھوں نے اپنی شاعری میں مغربی تعلیم اور مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کو طنز کا نشانہ بنایا اور تعمیری، مقصدی و اصلاحی شاعری کو رواج دیا۔ سلاست، روانی، لطف بیان، طنز و ظرافت ان کی شاعری کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ ۱۹۲۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔

عشرتی گھر کی محبت کا مزہ بھول گئے — کھا کے لندن کی ہوا عہدِ وفا بھول گئے
پہنچے ہوٹل میں تو پھر عید کی پروا نہ رہی — کیک کو چکھ کے سیویّوں کا مزہ بھول گئے
موم کی پتلیوں پر ایسی طبیعت پگھلی — چمنِ ہند کی پریوں کی ادا بھول گئے
بُخل ہے اہلِ وطن سے جو وفا میں تم کو — کیا بزرگوں کی وہ سب جود و عطا بھول گئے
نقلِ مغرب کی ترنگ آئی تمھارے دل میں — اور یہ نکتہ کہ مری اصل ہے کیا، بھول گئے
کیا تعجب ہے کہ لڑکوں نے بھلایا گھر کو — جب کہ بوڑھے روشِ دینِ خدا بھول گئے

خلاصہ : شاعر نے اس نظم میں اپنے بیٹے عشرت حسین کی شخصیت میں نمایاں ہونے والی تبدیلیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ شاعر اپنے بیٹے سے کہتا ہے کہ لندن جا کر تم نے اپنے گھر کی محبت کا مزہ بھلا دیا۔ تم ہوٹل میں پہنچے تو تمھیں عید کی پروا نہ رہی۔ وہاں کے کیک چکھنے کے بعد تم سیویوں کا مزہ بھول گئے۔ وہاں کی عورتوں کو تم نے اپنے ملک کی عورتوں سے بہتر سمجھا۔ اپنے وطن کے لوگوں سے تمھاری محبت میں کمی واقع ہوئی ہے۔ یہ حیرت کی بات ہے کہ تم نے اپنے بزرگوں کی مہربانیوں اور شفقتوں کو بھی فراموش کر دیا۔ مغربی قوموں کی تہذیب تم کو اس قدر پسند آئی کہ تم نے اپنی حقیقت کو نظر انداز کر دیا اور تمھیں یہ بات یاد نہ رہی کہ ہم بہر حال مغربی قوموں سے مختلف ہیں۔ آخر میں شاعر یہ کہتا ہے کہ نوجوانوں نے مغرب کی پیروی کرتے ہوئے اپنے ملک کو بھلا دیا، اس پر تعجب کیوں کیا جائے جبکہ بزرگ بھی اپنے دین و مذہب سے دور ہو گئے ہیں۔

معانی واشارات

موم کی پتلیاں	مراد انگریز عورتیں	British women
بُخل	کنجوسی	Miserliness
جود وعطا	بخشش، سخاوت، عنایت	Reward
ترنگ	جوش، لہر	Craze
روش	طریقہ، ڈھنگ	Ways, tradition

مشقی سرگرمیاں

نظم کو غور سے پڑھیے اور ذیل کی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق حل کیجیے۔

- شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔

مغربی تہذیب سے متاثر ہوکر عشرتی نے بُھلا دیا

- شاعر نے جن چیزوں کا جن چیزوں سے موازنہ کیا ہے، دونوں کو آمنے سامنے تحریر کیجیے۔
- بزرگوں کی عنایات کو بھول جانے کا نتیجہ لکھیے۔
- مغرب کی نقالی کا نتیجہ تحریر کیجیے۔
- شاعر کو جس بات پر تعجب نہیں ہے، اسے اور اس کی وجہ کو اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔
- نظم کے آخری شعر میں آنے والے ضد کے الفاظ لکھیے۔
- نظم کے قافیوں میں چار نئے قافیوں کا اضافہ کرکے لکھیے۔
- تم اپنے وطن کے لوگوں سے پوری طرح وفادار نہیں ہو۔ نظم سے اس مفہوم کا مصرع تلاش کرکے لکھیے۔
- 'کھا کے لندن کی ہوا عہدِ وفا بھول گئے' سے شاعر کی مراد لکھیے۔
- نظم کی مدد سے نقل مغرب کی دو مثالیں لکھیے۔
- نظم سے وہ شعر تلاش کرکے لکھیے جس میں شاعر لڑکوں اور بوڑھوں کے کردار پر افسوس ظاہر کرتا ہے۔

استعارہ (Metaphor)

نظم میں یہ شعر آپ پڑھ چکے ہیں۔

موم کی پتلیوں پر ایسی طبیعت پگھلی
چمنِ ہند کی پریوں کی ادا بھول گئے

اس شعر میں 'موم کی پتلیوں' سے انگلستان کی گوری عورتیں مراد ہیں یعنی عورتوں کو موم کی پتلیاں کہا گیا ہے۔ 'چمنِ ہند' سے ملک ہندوستان مراد لی گئی ہے یعنی ہندوستان کو 'چمن' کہا گیا ہے۔ اسی طرح چمن کی 'پریوں' سے ہندوستانی عورتیں مراد ہیں۔ یہاں ایک چیز/شخص کو دوسری چیز/شخص کہا گیا ہے۔

عورتیں - پتلیاں/پریاں
ہندوستان - چمن

اس طرح ایک چیز یا شخص وغیرہ کو دوسری چیز یا شخص کہنا شاعری کی زبان میں 'استعارہ' کہلاتا ہے۔

دوسری مثالیں نویں جماعت میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا
پربت وہ سب سے اونچا، ہم سایہ آسماں کا
وہ سنتری ہمارا ، وہ پاسباں ہمارا

یہاں ہندوستان کو گلستاں، ہندوستان کے لوگوں کو بلبلیں اور پربت کو سنتری کہا گیا ہے۔ یہ بھی استعارے ہیں۔

۳۔ زمینِ وطن

آنند نرائن مُلّا

پہلی بات : ہمارے نبی ﷺ کو ان کے وطن یعنی مکے کے رہنے والوں نے ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ان کی زیادتیاں جب حد سے بڑھ گئیں تو خدا نے آپؐ کو مکہ چھوڑ کر مدینہ جانے کا حکم دیا۔اسے ہجرت کہتے ہیں۔رخصت کے وقت آپؐ نے خانۂ کعبہ کو دیکھ کر فرمایا تھا، ’’مجھے تجھ سے بے حد محبت ہے مگر کیا کروں میری قوم مجھے یہاں رہنے نہیں دیتی۔‘‘ اللہ کے رسولؐ کے اس قول سے پتا چلتا ہے کہ ہم جس گھر، محلے، بستی اور علاقے میں رہتے ہیں ہمیں اس سے فطری لگاؤ ہوجاتا ہے۔اسی طرح ہر شخص کو اپنے وطن سے محبت ہوتی ہے۔اسے وطن کی ہر چیز خوب صورت نظر آتی ہے۔ذیل کی نظم وطن کی محبت کے جذبات سے لبریز ہے۔

جان پہچان : آنند نرائن ملا ۲۹/اکتوبر ۱۹۰۱ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔اُردو فارسی گھر پر پڑھی۔انگریزی ادب میں ایم۔اے کیا۔انھوں نے وکالت کا پیشہ اختیار کیا اور ترقی کرتے ہوئے الٰہ آباد ہائی کورٹ کے جج کے عہدے تک پہنچے۔ان کی شاعری میں سنجیدگی و متانت اور درد و اثر کی ملی جلی کیفیت ملتی ہے۔’جوئے شیر‘، ’کچھ ذرّے کچھ تارے‘ اور ’میری حدیثِ عمرِ گریزاں‘ ان کے شعری مجموعے ہیں۔۱۳/جون ۱۹۹۷ء کو دہلی میں ان کا انتقال ہوا۔

زمینِ وطن ! اے زمینِ وطن

ترے کوہ و دریا جمال آفریں
تری وادیاں رشکِ خلدِ بریں
کسی نے تجھے یوں بنایا حسین
کہ جیسے سنواری گئی ہو دلھن
زمینِ وطن ! اے زمینِ وطن

یہ دہلی کے نقش و نگارِ خموش
یہ چتوڑ کی خاکِ لالہ فروش
یہ کیلاش کی چوٹیاں برف پوش
تجھے ڈھونڈتی ہیں ، عروجِ کہن
زمینِ وطن ! اے زمینِ وطن

بدلنے کو ہے موسمِ روزگار
ہواؤں میں ہے گویا کیف و خمار
تری سمت پھر آرہی ہے بہار

لیے پھر گل و لالہ و نسترن
زمینِ وطن ! اے زمینِ وطن

اخوت کا پھر ہاتھ میں جام لے
مساواتِ انساں کا پھر نام لے
روایاتِ ماضی سے پھر کام لے
وطن کو بنا در حقیقت وطن
زمینِ وطن ! اے زمینِ وطن

خلاصہ : شاعر نے اس نظم میں اپنے وطن کی تعریف کی ہے۔ وہ اپنے وطن کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ تیرے کوہ و دریا اور تیری وادیاں اتنی خوب صورت ہیں کہ جنت ان پر رشک کرے۔ تجھے اس طرح بنایا گیا ہے جیسے کوئی دلھن سنواری جاتی ہے۔ شاعر اپنے ملک کے اہم مقامات کا تذکرہ کرتے ہوئے دہلی کی عمارتوں کے نقش و نگار، چتوڑ کی سرزمین اور کیلاش پربت کی برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیوں کو یاد کرتا ہے۔ اسے ماضی کی عظمت کے واقعات یاد آتے ہیں۔ شاعر موجودہ دور کے حالات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ملک کے حالات بدلنے والے ہیں۔ ہواؤں میں کیف و خمار ہے اور موسمِ بہار کی آمد آمد ہے۔ شاعر یہ تلقین کرتا ہے کہ ملک میں اخوت اور بھائی چارے کی فضا قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے ملک میں قدیم زمانے سے یہی اتفاق و اتحاد کی روایات چلی آ رہی ہیں۔ یہی اتحاد اور یکجہتی ہے جو کسی ملک کو جوڑتی ہے اور ملک کو صحیح معنوں میں ملک بناتی ہے۔

معانی و اشارات

جمال آفریں - خوب صورتی کو ظاہر کرنے والے مراد قدرتی مناظر - Arousing beauty
رشک - کسی کی برابری کرنے کی خواہش - Envy
خلدِ بریں - اعلیٰ درجے کی جنت - Paradise
نقش و نگارِ خموش - مراد یادگاریں - Monuments
خاکِ لالہ فروش - خوں رنگ زمین - Soil soaked in blood
عروجِ کہن - پرانی اونچائی مراد پرانے وقتوں کی ترقی - Rise of olden times
کیف و خمار - نشے کی حالت - Hangover
لالہ و نسترن - سرخ و سفید پھول - Red and white flowers (Tulip and dog rose)
روایاتِ ماضی - پرانی رسمیں - Old traditions

مشقی سرگرمیاں

نظم کا مطالعہ کرکے سرگرمیوں کو ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

✧ 'جان پہچان' کی مدد سے ذیل کا شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔

شاعری کی خوبیاں — آنند نرائن مُلّا — شعری مجموعے

✧ آنند نرائن مُلّا کے پیشے : (۱) .... (۲) ....

✧ درج ذیل رواں خاکہ مکمل کیجیے۔

موسم بہار میں کِھلنے والے پھول

✧ درج ذیل کے بارے میں نظم سے شاعر کے الفاظ لکھیے۔

کوہ و دریا	
وادیاں	
چتوڑ کی خاک	
کیلاش کی چوٹیاں	

✧ درج ذیل سے شاعر کی جن چیزوں کی تمنا ہے انھیں نظم سے شاعر کے الفاظ میں تحریر کیجیے۔

۱۔ ہاتھ میں جام

۲۔ نام لے

۳۔ کام لے

✧ نظم کے دوسرے بند میں شاعر نے ملک کی تین چیزوں کا ذکر کیا ہے، انھیں لکھ کر ان کے مرادی مفہوم لکھیے۔

✧ ملک کے لوگوں کو شاعر کی نصیحت اور نصیحت کرنے کی وجہ بیان کیجیے۔

✧ نظم میں آئے ہوئے مختلف مقامات کے نام تحریر کیجیے۔

✧ نظم کے تیسرے بند کی تشریح کیجیے۔

✧ ذیل کے مصرعوں کے خط کشیدہ الفاظ کی وضاحت کیجیے۔

۱۔ کسی نے تجھے یوں بنایا حسیں

۲۔ اخوت کا پھر ہاتھ میں جام لے

۳۔ وطن کو بنا درحقیقت وطن

✧ مناسب جوڑیاں لگائیے۔

الف	ب
بدلنے کو ہے	کیف وخمار
ہواؤں میں ہے	برف بار
تری سمت آ رہی ہے	موسمِ روزگار
	بہار

✧ نظم سے درج ذیل الفاظ کے ہم معنی لفظ تلاش کر کے لکھیے۔

پہاڑ — جنت — مٹی — پھول — برابری

✧ لفظ 'حَسین' کے معنی خوب صورت ہیں۔ اس کی مدد سے ایسا لفظ بنائیے جس کے معنی 'خوب صورتی' ہوں۔

✧ لفظ 'گل' پر زیر، زبر، پیش لگا کر لکھیے اور ان کے معنی معلوم کیجیے۔

معمّا

✧ دیے گئے حرفی جال کو غور سے دیکھیے اور اوپر سے نیچے اور دائیں سے بائیں ترتیب میں 'پرندوں' کے نام تلاش کر کے لکھیے۔

ق	م	ر	ی	ن
ط	و	ط	ا	ف
ج	ر	ا	س	ا
چ	ک	و	ر	خ
ش	ب	س	ع	ت
ا	و	ک	ق	ہ
ہ	ت	ب	ا	ز
ی	ر	و	ب	ا
ن	ق	م	ا	غ

اوپر سے نیچے :

....

....

....

دائیں سے بائیں :

....

....

....

88HABT

۴۔ ہماری زبان

پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفیؔ

پہلی بات : اُردو کے مشہور شاعر داغؔ دہلوی نے اُردو زبان کی تعریف کرتے ہوئے کہا تھا۔

اُردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغؔ — سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

اُردو زبان مختلف زبانوں کے میل جول سے وجود میں آئی ہے اسی لیے اس میں ان زبانوں کی خوبیاں موجود ہیں۔ اس زبان نے مختلف مذاہب اور علاقوں کے لوگوں کو جوڑنے کا کام بھی کیا ہے اس لیے یہ زبان نہ صرف ہمارے ملک میں بلکہ پوری دنیا میں مقبول ہے۔ ذیل کی نظم میں اسے ہندو مسلم اتحاد اور قومی یکجہتی کا اعلیٰ نمونہ بتایا گیا ہے۔

جان پہچان : پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفیؔ ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے دہلی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اُردو، فارسی اور عربی کے علاوہ ہندی اور سنسکرت زبانوں پر انھیں مکمل عبور حاصل تھا۔ انھوں نے شاعری بھی کی۔ ان کا اصل کارنامہ نثر میں لکھے ہوئے وہ مضامین ہیں جو انھوں نے اُردو زبان و ادب اور لسانیات کے تحت مختلف موضوعات پر لکھے۔ وہ اُردو کے سچے پرستار اور ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ 'کیفیہ' اور 'منشورات' ان کے مضامین کے مجموعے ہیں۔

اُردو ہے جس کا نام ، ہماری زبان ہے — دنیا کی ہر زبان سے پیاری زبان ہے
فرقوں کے ربط ضبط کا ہے اس سے انتظام — قومی یگانگی کا ہے قائم اسی سے نام
اُردو بنی ہے مسلم و ہندو کے میل سے — دونوں نے صَرف اس پہ دماغ اور دل کیے
قوموں کے اتحاد کا یہ شاہکار ہے — کلچر کا اس کی ذات پہ دار و مدار ہے
اس سے ہی ملک میں وہ رواداریاں رہیں — شیخ اور برہمن میں وفاداریاں رہیں
بہنایا اس کو دوسری بھاشاؤں سے رہا — اس نے کسی کو غیر نہ سمجھا کبھی ذرا
اُردو ہی دوستو ، وطنیت کی جان ہے — یہ یاد رکھو ، اس سے اخوت کی شان ہے
اس کو چھُوا کسی سے ، نہ ہے رشک اور حسد — بغض اور کینے سے ہے بہت دور اس کی حد
اپنے ہیں اس کو سب ، نہیں کوئی پرائے ہیں — وسعت ہے دل کی وہ کہ سب اس میں سمائے ہیں
ہے اس کو سب سے میل ، کسی سے نہیں ہے بیر — افسوس کیوں نہ ہو ، اُسے کوئی جو سمجھے غیر

تاریخ ہند کی ہے وہ سرتاج آج تک
ہے اِتحاد و اُنس کی معراج آج تک

خلاصہ : شاعر کہتا ہے کہ ہماری زبان اُردو تمام زبانوں سے زیادہ پیاری ہے۔ اس نے قوموں میں اتحاد پیدا کیا اور یہ زبان ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے۔ ان دونوں قوموں نے اسے پروان چڑھایا ہے۔ یہ ہماری مشترکہ تہذیب کی بنیاد ہے۔ اُردو زبان نے دیگر زبانوں سے بھی دوستانہ تعلقات پیدا کیے ہیں۔ اسے کسی سے حسد اور دشمنی نہیں۔ اس کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ اس کے دل میں سب کے لیے جگہ ہے۔ یہ زبان اتفاق و اتحاد کی معراج ہے۔

معانی و اشارات

یگانگی	ایکتا	Integrity
صَرف کرنا	خرچ کرنا	Spend
شاہکار	کسی فن میں بہت اہم کام	Masterpiece
کلچر	تہذیب، ثقافت	Culture
دار و مدار ہونا	انحصار ہونا	Dependence
رواداری	سب کو ساتھ لے کر چلنے کا مزاج	Tolerance
وطنیت	وطن سے محبت	Patriotism
اخوت	بھائی چارہ	Brotherhood
حسد	جلن	Jealousy
بغض	کسی کے تعلق سے برے جذبات رکھنا	Cattiness, animosity
کینہ	دشمنی	Malice, grudge
بَیر	دشمنی	Enmity
اُنس	محبت	Love, affection
معراج	بلندی، عظمت	Highest point, acme

مشقی سرگرمیاں

نظم کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

✧ ذیل کے خاکے کو مکمل کیجیے۔

اُردو کی خصوصیات

✧ نظم سے متضاد الفاظ کی جوڑیاں تلاش کر کے لکھیے۔

✧ اُردو سے متعلق داغ دہلوی کا شعر تلاش کر کے لکھیے۔

✧ پہلے قافیے کو دیکھ کر دوسرا قافیہ لکھیے۔

۱۔ انتظام : ....

۲۔ شاہکار : ....

۳۔ رواداریاں : ....

۴۔ جان : ....

✧ دوسری زبانوں سے اُردو کے بہناپے کی مثال دیجیے۔

✧ اُردو کے وسیع ہونے، پھیلنے کی وجوہات بیان کیجیے۔

✧ اُردو پر جس چیز کا دار و مدار ہے، اس کی وضاحت کیجیے۔

✧ ذیل کے اشعار میں خط کشیدہ الفاظ کا مطلب لکھیے۔

۱۔ اُردو ہے جس کا نام، <u>ہماری زبان</u> ہے
دنیا کی ہر زبان سے پیاری زبان ہے

۲۔ اِس سے ہی ملک میں وہ <u>رواداریاں</u> رہیں
شیخ اور برہمن میں وفاداریاں رہیں

۳۔ ہے اس کو سب سے میل کسی سے نہیں ہے بیر
افسوس کیوں نہ ہو <u>اُسے کوئی جو سمجھے غیر</u>

✧ نظم میں مذکور اُردو کی خوبیاں قلم بند کیجیے۔

✧ 'جنگِ آزادی میں اُردو کا کردار' عنوان پر دس سطریں تحریر کیجیے۔

✧ ہندوستان میں بولی جانے والی زبانوں کی فہرست بنائیے۔

✧ قومی یکجہتی اور وطن کی آزادی سے متعلق اشعار تلاش کر کے لکھیے۔

تضاد (Antonym)

یہ اشعار پڑھیے۔

اس سے ہی ملک میں وہ رواداریاں رہیں
شیخ اور برہمن میں وفاداریاں رہیں
اپنے ہیں اس کو سب، نہیں کوئی پرائے ہیں
وسعت ہے دل کی وہ کہ سب اس میں سمائے ہیں

آپ جانتے ہیں کہ خط کشیدہ الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جب شعر میں متضاد الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں تو اس طرح کے استعمال کو 'تضاد' (antonym) کہا جاتا ہے۔

پڑھی گئی نظموں اور غزلوں سے ایسے اشعار تلاش کر کے لکھیے جن میں تضاد کا استعمال کیا گیا ہو۔

مبالغہ (Hyperbole)

آپ شکیب جلالی کا یہ شعر پڑھ چکے ہیں۔

برا نہ مانیے لوگوں کی عیب جوئی کا
انھیں تو دن کا بھی سایہ دِکھائی دیتا ہے

اس شعر میں 'دن کا سایہ دِکھائی دینا' ایسا واقعہ ہے جو کبھی واقع نہیں ہوسکتا مگر شاعر نے ایک بات یعنی اچھوں کو برا کہنے کی عادت کو بڑھا چڑھا کر کہا ہے۔ شعر میں جب کوئی ایسی بات کہی جائے کہ حقیقت میں جو واقع نہیں ہوسکتی، اسے 'مبالغہ' (hyperbole) کہا جاتا ہے۔

✣ ذیل کے اشعار میں مبالغے کے الفاظ تلاش کر کے لکھیے۔

لاکھ دینے کا ایک دینا ہے
دلِ بے مدعا دیا تو نے
مجھ گنہ گار کو جو بخش دیا
تو جہنم کو کیا دیا تو نے

اضافی مطالعہ

شعر

دوستوں کی محفل تھی۔ بے تکلف گفتگو آہستہ آہستہ ہنسی مذاق کی جگہ ایک دوسرے پر طنز اور توہین میں بدل گئی۔ محفل سمٹ سمٹا کر بس دو دوستوں پر مرکوز ہوگئی۔ خوش کلامی کی جگہ بدکلامی نے لے لی۔ اس سے پہلے کہ کچھ اور پیش آئے، ایک صاحب نے سمجھ داری کا ثبوت دیتے ہوئے بات بدلنے کی کوشش کی اور مسکراتے ہوئے کہا، ''غالبؔ کا ایک شعر سنیے۔''

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمھی کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

بس یہ سننا تھا کہ پہلے صاحب کو کچھ احساس ہوا۔ وہ اپنے رویے پر شرمندہ ہوئے۔ حالات بے قابو ہونے سے بچ گئے۔

ایسا اکثر ہوتا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے بات چیت کے دوران کوئی مناسب اور برمحل شعر بھی پیش کر دیتے ہیں کیونکہ شعر ہمارے جذبے اور احساس کو زیادہ متاثر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم شعر کو بار بار سنتے، پڑھتے اور یاد بھی کر لیتے ہیں۔ نثر اور شعر کا فرق بہت واضح ہے۔ نثر میں بات تفصیل سے کہی جاتی ہے اور شعر میں اشارے اور اختصار کے ساتھ۔ لفظوں کی ایک خاص ترتیب سے شعر میں بات زیادہ پُر اثر ہوجاتی ہے۔

''شعر وہ کلام ہے جس میں لفظوں کی ایک خاص ترتیب یعنی موزونیت ہو اور اس سے لَے، نغمگی اور اثر پیدا ہوجائے۔''

شعر کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ہر حصہ مصرع کہلاتا ہے۔ پہلے مصرعے کو مصرعۂ اولیٰ اور دوسرے کو مصرعۂ ثانی کہتے ہیں مثلاً

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں (مصرعۂ اولیٰ)
اب دیکھیے ٹھہرتی ہے جا کر نظر کہاں (مصرعۂ ثانی)
سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا (مصرعۂ اولیٰ)
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا (مصرعۂ ثانی)

۵۔ بلبل کا ذوقِ آزادی

مولوی غلام بھیک نیرنگ

پہلی بات : پرانے زمانے میں راجاؤں اور نوابوں کے علاوہ عام لوگ بھی جانوروں کا شکار کیا کرتے تھے۔ مچھلیوں کے شکار کی طرح جنگلی جانوروں کے شکار کا شوق عام تھا۔ اسی کے ساتھ جنگلوں کی کٹائی بھی تیزی سے ہوتی رہی جس سے جانوروں کی تعداد گھٹتی گئی۔ اس صورتحال کے پیشِ نظر حکومت نے جانوروں کے شکار پر پابندی عائد کردی اور جانوروں پر کیے جانے والے ظلم اور زیادتیوں کو روکنے کی کوشش کی جانے لگی۔ پرندوں کو قید میں رکھنا گویا انھیں فطری آزادی سے محروم کرنا ہے۔ ذیل کی نظم میں شاعر نے اسی احساس کو جگانے کی کوشش کی ہے۔

جان پہچان : مولوی غلام بھیک نیرنگ ۲۶/ستمبر ۱۸۷۴ء کو پنجاب میں پیدا ہوئے۔ بیسویں صدی کے اوائل کے شعرا میں انھیں ممتاز مقام حاصل تھا۔ انھوں نے حالؔی کی نیچرل شاعری کی تحریک کو آگے بڑھانے میں ایک فعال کردار ادا کیا۔ انھوں نے مختلف موضوعات پر نظمیں لکھیں جو اُس زمانے کے مشہور رسائل 'مخزن'، 'زمانہ' وغیرہ میں شائع ہوکر مقبولِ عام ہوئیں۔ 'کلامِ نیرنگ' ان کا شعری مجموعہ ہے۔ ۱۶/اکتوبر ۱۹۵۲ء کو ان کا انتقال ہوا۔

قفس میں بلبلِ نالاں کی جب بے تابیاں دیکھیں
تو از راہِ عنایت ایک دن صیاد یوں بولا

"یہ بے تابی تری ، اے مشتِ پر ، ہے سخت نادانی
یہ راحت ہے سراسر جس کو تو نے قید ہے سمجھا

وہ تیرا آشیانہ جس کو تو دن رات روتی ہے
وہ آخر کیا تھا ؟ بس اِک ڈھیر تھا تنکوں کا بے ڈھنگا

قفس کو دیکھ ، کاری گر نے کیا اچھا بنایا ہے
تناسب کا نمونہ ، خوب صورت ، خوش نما ، ستھرا

عبث اُس وحشیانہ زندگی کو یاد کرتی ہے
نہیں ، افسوس ! تجھ پر کچھ اثر عہدِ ترقی کا

کبھی صرصر کے حملے تھے ، کبھی تھے برق کے دھاوے
وہ تیرا آشیانہ آفتوں کا اک نشانہ تھا

محافظ کون تیری جان کا تھا صحنِ گلشن میں
کوئی طائر شکاری تجھ کو چپکے سے جھپٹ لیتا

قفس کیا ہے ، حصارِ عافیت ہے تو اگر سمجھے
نہ اندر سے کوئی ڈر ہے نہ باہر سے کوئی کھٹکا

ہوا اور روشنی اور دانہ پانی ، سب میسر ہے
مزے سے چہچہا اور حمد خالق کے ترانے گا

یہ فریاد و فغان و آہ ، ناشکروں کی باتیں ہیں
اری ناداں ! تجھے ممنون ہونا چاہیے میرا"

کہا بلبل نے ، "اے صیادِ مشفق ! سچ کہا تو نے
تری راحت میں کیا شک ہے ، تری شفقت کا کیا کہنا

مگر حبِ وطن اور ذوقِ آزادی عجب شے ہے
چمن کی یاد دل سے جا نہیں سکتی کبھی اصلا

پرائے دل کا دُکھ اے مہرباں ، ایسا ہی ہوتا ہے
کسی کو کیا خبر ہے ، دوسرے پر کیا قلق گزرا

حقیقت میری بے تابی کی تجھ پر تب عیاں ہوتی
کہ میں صیاد ہوتی ، تو گرفتارِ قفس ہوتا"

خلاصہ : بلبل کو قفس میں صیاد نے بے چینی کی حالت میں دیکھا تو اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگا کہ تجھے رہ رہ کر اپنا وہ آشیانہ یاد آتا ہے جو صرف چند تنکوں کا ڈھیر تھا۔ وہ غیر محفوظ تھا کہ کوئی بھی شکاری تجھ پر حملہ کرسکتا تھا۔ اس کے مقابلے میں یہ قفس صاف ستھرا اور عمدہ کاریگری کا نمونہ ہے۔ یہاں کوئی خطرہ نہیں۔ دانہ پانی، ہوا، روشنی سب موجود ہے۔ تجھے اپنے آشیانے پر افسوس کرنے کی بجائے میرا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ یہ سن کر بلبل نے کہا کہ اے صیاد! تیری مہربانیاں اور قفس کی راحتیں قابلِ تعریف ہیں مگر وطن کی محبت اور ذوقِ آزادی عجیب چیز ہے۔ چمن کی یاد کسی طرح بھی دل سے نہیں نکل سکتی۔ تم میرے دکھ کو اسی وقت سمجھ سکتے ہو جب تم قفس میں گرفتار ہو اور تمھاری جگہ میں صیاد رہوں۔

معانی و اشارات

ذوقِ آزادی	آزادی کی للک	Fondness of freedom
قفس	پنجرہ	Cage
نالاں	بیزار	Weary
عنایت	مہربانی	Kindness
صیاد	شکاری	Hunter
مشتِ پر	تھوڑے سے پر	Fistful of feathers
سراسر	بالکل	Obvious
عبث	بے کار	Useless
صرصر	طوفانی ہوا	Whirlwind
دھاوا	حملہ	Attack
عافیت	خیریت، بھلائی	Safety
ممنون	احسان مند	Grateful
مشفق	مہربان	Kind
اصلا	کبھی	Ever

مشقی سرگرمیاں

نظم کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

- نظم میں پرندے کے لیے استعمال کیے گئے دیگر ناموں کو تحریر کیجیے۔
- آشیانے کے متعلق صیاد کی رائے لکھیے۔
- بلبل کو چمن میں درپیش خطروں کو بیان کیجیے۔
- رواں خاکہ مکمل کیجیے۔

غلام بھیک نیرنگ ← پیدائش ← [ ] / مجموعۂ کلام ← [ ] / وفات ← [ ]

- بلبل کی جس حرکت پر صیاد کو افسوس ہے، تحریر کیجیے۔
- قفس اور چمن کے بارے میں صیاد اور بلبل کے خیالات کے فرق کو واضح کیجیے۔
- رواں خاکہ مکمل کیجیے۔

قفس کی تعریف میں کہے گئے الفاظ ← [ ] [ ] [ ]

- صیاد کی نصیحت اور بلبل کے جواب کی وضاحت کیجیے۔
- اپنی پسند کا شعر نقل کرکے پسندیدگی کی وجہ بیان کیجیے۔
- نظم سے زیرِ اضافت والی ترکیبیں نقل کرکے حروفِ اضافت کے ساتھ دوبارہ تحریر کیجیے۔
- 'آزادی کی اہمیت' پر دس سطریں تحریر کیجیے۔
- 'بے زبان پرندوں کو قید نہیں کرنا چاہیے۔' اظہارِ خیال کیجیے۔
- بلبل کا انگریزی نام لکھیے۔

منصوبہ/سرگرمی

اقبال کی نظم 'پرندے کی فریاد' حاصل کرکے جماعت میں پڑھیے۔

8912F4

٦۔ ابرِ کرم

محمد حسین آزادؔ

پہلی بات : ہمارے ملک میں زراعت روزگار کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ کھیتوں میں کسانوں کی محنت ومشقت سے اناج اُگتا ہے جس سے ملک بھر کے لوگوں کی غذائی ضرورت پوری ہوتی ہے۔ برسات آنے سے پہلے کسان بادلوں کو بڑی اُمید کے ساتھ دیکھتا ہے کہ یہی بارش جہاں ان کے کھیتوں کو سرسبز وشاداب کرتی ہے، وہیں مخلوقات کے لیے نعمتِ خداوندی ثابت ہوتی ہے۔

جان پہچان : محمد حسین آزاد ۱۸۳۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ وہ اُردو کے صاحبِ طرز انشا پرداز تھے۔ فارسی زبان پر انھیں کامل عبور حاصل تھا۔ آزاد اُردو میں تمثیل نگاری کے اہم ستون ہیں۔ 'نیرنگِ خیال' ان کے مضامین کا مجموعہ ہے جس میں تمثیل نگاری کے کامیاب نمونے موجود ہیں۔ 'آبِ حیات' میں انھوں نے اُردو کے قدیم شعرا کے متعلق اہم معلومات جمع کی ہے۔ 'آبِ حیات'، 'دربارِ اکبری' اور 'سخن دانِ فارس' ان کی اہم تصانیف ہیں۔ ۲۳؍جنوری ۱۹۱۰ء کو ان کا انتقال ہوا۔

چلنا وہ بادلوں کا زمیں چوم چوم کر
اور اُٹھنا آسماں کی طرف جھوم جھوم کر
بجلی تو دیکھو ، آتی ہے کیا کوندتی ہوئی
سبزے کو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا روندتی ہوئی
لو ، بادل اب گرجتے ہوئے سر پہ آ گئے
اور شامیانے شرق سے تا غرب چھا گئے
کیا مست آیا جھوم کے ، سرشار ابر ہے
برسے گا آج خوب ، دھواں دھار ابر ہے
بوندوں میں جھومتی وہ درختوں کی ڈالیاں
اور سبز کیاریوں میں وہ پھولوں کی لالیاں
وہ ٹہنیوں میں پانی کے قطرے ڈھلک رہے
وہ کھاڑیاں بھری ہوئی ، تھالے چھلک رہے
گرنا وہ آبشار کی چادر کا زور سے
اور گونجنا وہ باغ کا پانی کے شور سے
جل تھل ہیں کوہ و دشت میں تالاب آب کے
گویا چھلک رہے ہیں کٹورے گلاب کے

خلاصہ : اس نظم میں شاعر نے برسات کے موسم کی منظرکشی کی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ بادلوں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے گویا وہ زمین کو چوم کر جھومتے ہوئے آسمان کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ بجلی کوندرہی ہے۔ ہوا سبزے کو روندتی ہوئی چلی جارہی ہے۔ بادل گرجتے ہوئے مشرق سے مغرب تک چھا گئے ہیں۔ ساون کی گھٹا کو دیکھ کر لگتا ہے موسلا دھار بارش ہوگی۔ بارش شروع ہونے کے بعد جنگلوں میں درختوں کی شاخیں لہرا رہی ہیں۔ کہیں آبشار کی گرج ہے، کہیں بارش کا شور۔ میدان اور پہاڑ سب پانی سے شرابور ہو چکے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے گویا گلاب کے کٹورے چھلک رہے ہیں۔

معانی واشارات

کوندنا	چمکنا	Lightning	دھواں دھار	تیز، پرزور	Excessive
روندنا	کچلنا	Trolling	لالی	سرخی	Redness
شامیانہ	سائبان	Canopy	تھالا	پانی کا ایک جگہ جماؤ	Puddle
شرق سے تا غرب	مشرق سے مغرب تک	East to West	ڈھلکنا	لڑھکنا	Dripping
			آبشار	پانی کا جھرنا جو بلندی سے گرے	Waterfall
سرشار	مست	Brimming	کوہ و دشت	پہاڑ اور جنگل	Mountains and woods

مشقی سرگرمیاں

نظم کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

✦ 'جان پہچان' کی مدد سے معروضی معلومات پر مبنی شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔

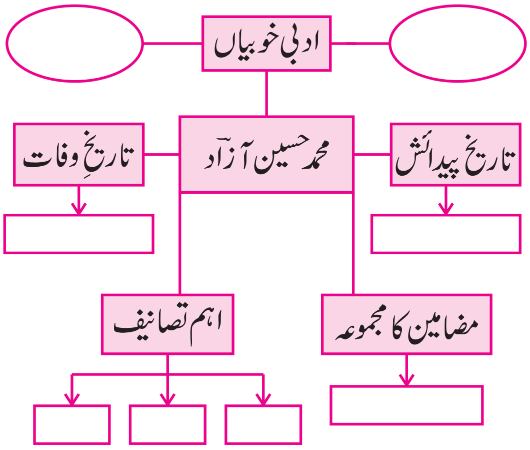

✦ ابر کے لیے استعمال کی گئی صفات تحریر کیجیے۔

✦ نظم میں ڈالیوں کی حالت بیان کیجیے۔

✦ ابر کو 'ابرِ کرم' کہنے کا سبب لکھیے۔

✦ نظم میں جن قدرتی نظاروں کی منظرکشی کی گئی ہے، انھیں قلم بند کیجیے۔

✦ نظم سے چار ہم صوت الفاظ کی جوڑیاں تلاش کر کے لکھیے۔

✦ ابرِ کرم کے برس جانے سے پہلے اور بعد کی کیفیت کا موازنہ کیجیے۔

✦ نظم سے وہ شعر نقل کیجیے جس میں سمت کا تذکرہ آیا ہے۔

✦
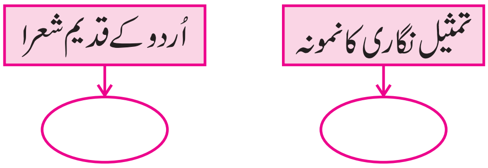

✦ 'پہلی بارش اور میں' عنوان پر پندرہ سطروں کا مضمون لکھیے۔

✦ ایک دوسرے سے تعلق پہچان کر مناسب لفظ لکھیے۔

ا۔ ہوا : ٹھنڈی ٹھنڈی :: ابر : ....

۲۔ تالاب : .... :: قطرے : ٹپ ٹپ

✦ مناسب جوڑیاں لگائیے۔

الف	ب
بجلی	جل تھل کوہ دشت ہیں
ہوا	آتی ہے کوندتی ہوئی
بادل	ڈھلک رہے
ابر	گرجتے ہوئے سر پہ آ گئے
تالاب	سبزے کو روندتی ہوئی
	برسے گا آج خوب

✦ کیا مست آیا جھوم کے سرشار ابر ہے
برسے گا آج خوب، دھواں دھار ابر ہے

شعر کی مدد سے بارش سے پہلے کی منظرکشی کیجیے۔

✦ گرنا وہ آبشار کی چادر کا زور سے
اور گونجنا وہ باغ کے پانی کا شور سے

اس شعر کی مدد سے بارش کے بعد کا منظر بیان کیجیے۔

۷۔ دھرتی کا روپ

قاضی سلیمؔ

پہلی بات : شاعر اپنے تخیل کے زور سے بے جان چیزوں میں بھی جان ڈال دیتا ہے۔ زمین بظاہر مٹی پتھر کا بے حس ڈھیر ہے لیکن کبھی زمین پر پھیلا ہوا سبزہ، کبھی درختوں سے جھڑتے پتے، دریاؤں میں سیلاب اور خشکی کے مناظر اسی بے جان زمین پر زندگی اور موت کے سکھ اور دکھ کے حالات دِکھا دیتے ہیں۔ انسان اگر خوش ہے تو زمین پر ہریالی چھاتی ہے۔ وہ اگر دُکھی ہے تو زمین بے آب ہوجاتی ہے۔ گویا زمین اور انسان میں بہت مماثلت ہے جسے اس نظم میں بیان کیا گیا ہے۔

جان پہچان : قاضی سلیمؔ ۱۹۲۷ء میں اورنگ آباد (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی۔اے کرنے کے بعد انھوں نے عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد سے ایل۔ایل۔بی کی سند حاصل کی۔ ان کا شمار جدید شعرا میں ہوتا ہے۔ ان کی شاعری میں اظہار و بیان کے نئے تجربات اور جدید افکار نمایاں ہیں۔ 'نجات سے پہلے' اور 'رستگاری' کے نام سے ان کی نظموں کے مجموعے شائع ہوچکے ہیں۔ ۲۰۰۵ء میں اورنگ آباد میں ان کا انتقال ہوا۔

دھرتی ، تیرا مجھ سا رُوپ
چاہے چھاؤں ہو ، چاہے دھُوپ
اندھے گہرے کھڈ پاتال
سینہ چھلنی ، روح نڈھال
باہر ٹھنڈک اندر آگ
دِل میں درد ، زباں پر راگ

دھرتی ، تیرا مجھ سا رُوپ

بیج اُگے یا قبر بنے
پھول کھلیں یا راکھ اُڑے
میری طرح چپ چاپ رہے
میری طرح ہر درد سہے
دھرتی ، تیرا مجھ سا روپ

چاہے چھاؤں ہو ، چاہے دھوپ
دھرتی ، تیرا مجھ سا روپ

خلاصہ : اس نظم میں شاعر نے یہ بات بتائی ہے کہ آدمی خوشی اور غم، دکھ اور سکھ کے مختلف اور متضاد حالات میں زندگی بسر کرتا ہے۔ دھرتی بھی بدلتے موسموں اور بدلتے وقت کی زد میں ہوتی ہے؛ کبھی بہار ہے، کبھی خزاں، کبھی چھاؤں ہے اور کبھی دھوپ اس لیے شاعر کو اپنی ذات اور دھرتی کے رنگ روپ میں یکسانیت معلوم ہوتی ہے۔

معانی و اشارات

روپ	ظاہر، انداز	Appearance
کھڈ	گڑھا	Pithole, ditch
پاتال	زمین کی تہ	Abyss
نڈھال	تھکا ہوا	Tired

مشقی سرگرمیاں

نظم کا بغور مطالعہ کیجیے اور دی ہوئی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق مکمل کیجیے۔

- نظم کے شاعر کا تعارف لکھیے۔
- نظم میں 'مجھ سا' کا مرادی مفہوم لکھیے۔
- ذیل کے مرادی مفہوم کو دھرتی اور شاعر کی مناسبت سے الگ الگ تحریر کیجیے۔

۱۔ دھوپ ، چھاؤں ۲۔ کھڈ ، پاتال
۳۔ ٹھنڈک ، آگ ۴۔ درد ، راگ

- نظم سے ہندی زبان کے الفاظ تلاش کرکے لکھیے۔
- دیے ہوئے الفاظ سے متعلق لفظ لکھیے۔

سینہ روح دل زباں

- دوسرے بند کی تشریح کیجیے۔
- نظم سے صنعتِ تضاد کا مصرع لکھیے۔
- 'دل میں درد، زباں پر راگ' سے شاعر کی مراد لکھیے۔
- دھرتی اور شاعر کی یکساں خوبی کو واضح کیجیے۔
- نظم کے مرکزی خیال کو قلم بند کیجیے۔
- نظم کے پہلے بند کے قافیوں کی فہرست بنا کر لغت کی مدد سے ان کے معنی تحریر کیجیے۔

اضافی مطالعہ

ضمیر (Pronoun) کی قسمیں

ضمیرِ استفہام (کیوں، کب، کیسے)
Interrogative pronoun (why, when, how)

ضمیرِ اشارہ (یہ، وہ)
Demonstrative pronoun (this, that)

ضمیرِ اضافی (میرا، تمھارا)
Possessive pronoun (mine, your)

ضمیرِ تابع (آپ، خود)
Reflexive pronoun (yourself, myself)

ضمیرِ تنکیری (کوئی، کچھ)
Indefinite pronoun (any, some)

ضمیرِ تقسیمی (یا، ہر)
Distributive pronoun (each, either)

ضمیرِ ذاتی / شخصی (میں، تم)
Personal pronoun (I, you)

ضمیرِ فاعلی (میں، تم، ہم)
Personal pronoun in nominative case

ضمیرِ مفعولی (مجھ، تجھ)
Personal pronoun in accusative case (me, you)

ضمیرِ موصولہ (جسے، جن کو)
Relative pronoun (whom, whose)

۸۔ غزلیات

(۱) غزل

جلیلؔ مانک پوری

89ITIE

پہلی بات : مختلف غزلوں کو پڑھتے ہوئے ہم محسوس کرتے ہیں کہ ان میں تنوع اور رنگارنگی پائی جاتی ہے۔ ردیف اور قافیوں کے فرق کے علاوہ غزلوں میں بحریں، موضوع، لب ولہجہ اور شاعروں کے اظہار کا انداز بھی الگ الگ ہوا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک فرق یہ بھی ہے کہ بعض غزلیں طویل بحروں میں ہوا کرتی ہیں اور بعض مختصر بحر میں۔ ذیل کی غزل چھوٹی بحر میں لکھی گئی ہے۔

جان پہچان : جلیلؔ مانک پوری کا اصل نام جلیل حسن اور جلیلؔ تخلص تھا۔ وہ ۶۷-۱۸۶۶ء میں مانک پور (اَوَدھ) میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے لکھنؤ میں فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ شروع ہی سے شعرگوئی کا شوق تھا۔ بیس سال کی عمر میں وہ امیرؔ مینائی کے شاگرد ہوئے اور انھی کے ہمراہ ستمبر ۱۹۰۰ء میں حیدرآباد پہنچے۔ میر محبوب علی آصف نے 'جلیل القدر' اور میر عثمان علی نے 'فصاحت جنگ بہادر' اور 'امام الفن' کے خطابات سے انھیں نوازا۔ 'تاجِ سخن'، 'جانِ سخن' اور 'روحِ سخن' ان کے دیوان ہیں۔ 'معراجِ سخن' نعت اور سلام کا مجموعہ ہے۔ 'معیارِ اُردو' محاورات کا مجموعہ ہے۔ 'تذکیر و تانیث' ان کی مشہور تصنیف ہے۔ ۶ ؍جنوری ۱۹۴۶ء کو حیدرآباد میں ان کا انتقال ہوا۔

زمانہ ہے کہ گزرا جارہا ہے
یہ دریا ہے کہ بہتا جارہا ہے

زمانے پر ہنسے کوئی کہ روئے
جو ہونا ہے ، وہ ہوتا جارہا ہے

جو کچھ ان کی نگاہیں کررہی ہیں
وہ دل پر نقش ہوتا جارہا ہے

بہار آئی کہ دِن ہولی کے آئے
گلوں میں رنگ کھیلا جارہا ہے

جلیلؔ ، اب دِل کو تم اپنا نہ سمجھو
کوئی کرکے اشارہ جارہا ہے

معانی و اشارات

نقش ہونا – چھپ جانا، ظاہر ہو جانا Imprint

مشقی سرگرمیاں

✦ جان پہچان کی مدد سے درج ذیل ویب خاکہ مکمل کیجیے۔

جلیلؔ مانک پوری

- اصل نام: ______
- تخلص: ______
- تاریخِ پیدائش: ______
- مقامِ پیدائش: ______

✦ جان پہچان کی مدد سے درج ذیل شجری خاکہ مکمل کیجیے۔

جلیلؔ مانک پوری

- خطابات: ______ ، ______
- دیوان: ______ ، ______ ، ______
- تصانیف: ______ ، ______ ، ______

✦ دیے ہوئے لفظوں سے شروع ہونے والے مصرعے مکمل طور پر لکھیے۔

زمانہ – ______

زمانے – ______

بہار – ______

جلیل – ______

✦ خانوں میں مناسب الفاظ لکھیے۔

قافیے	ردیف

✦ اس شعر کا مطلب لکھیے۔

زمانہ ہے کہ گزرا جارہا ہے
یہ دریا ہے کہ بہتا جارہا ہے

✦ اس شعر سے متعلق اپنی رائے دیجیے۔

زمانے پر ہنسے کوئی کہ روئے
جو ہونا ہے، وہ ہوتا جا رہا ہے

✦ درج ذیل شعر کی روشنی میں ہولی اور بہار کو واضح کیجیے۔

بہار آئی کہ دن ہولی کے آئے
گلوں میں رنگ کھیلا جارہا ہے

اضافی معلومات

درخواست/عریضہ

درخواست بھی ایک قسم کا خط ہوتا ہے۔ مگر یہ کسی عزیز، رشتے دار یا دوست کے نام نہیں بلکہ ایک ضرورت مند کی طرف سے کسی بااختیار افسر کے نام لکھا جاتا ہے جو ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کا اختیار رکھتا ہو۔ اس لیے خط کے برعکس درخواست میں مخاطب کرنے کا انداز اور بات کہنے کے لیے لب ولہجہ بالکل مختلف ہوتا ہے مثلاً کوئی طالبہ اپنے صدر مدرّس کو فیس معافی کی درخواست یوں لکھے گی :

طالبہ کا نام : ....

جماعت : ....   تاریخ : ....

"بخدمت جناب صدر مدرّس
بی ایم سی پرائمری اُردو اسکول، تھانہ

جناب عالی!

گزارش ہے کہ میرے والد صاحب ایک مزدور ہیں اور اکثر بیمار رہتے ہیں۔ چنانچہ کبھی مزدوری کے لیے جاتے ہیں اور کبھی بیماری کی وجہ سے ناغہ ہوجاتا ہے اس لیے ہمارے گھر کی مالی حالت کمزور ہوچکی ہے۔ والدین میری ماہانہ اسکول فیس ادا کرنے سے قاصر ہیں۔

جناب! میں ہمیشہ امتحان میں اوّل آتی ہوں۔ مجھے تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق ہے۔ براہِ کرم میری ماہانہ اسکول فیس معاف فرمائیں تاکہ میں اپنی تعلیم جاری رکھ سکوں۔

میں زندگی بھر آپ کی احسان مند رہوں گی۔

عرض گزار
(دستخط)
تہمینہ صادق

غزل (۲)

آزادؔ انصاری

پہلی بات : غزل شاعری کی ایک اہم صنف ہے۔اس کی تعریف میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس کے معنی محبوب سے باتیں کرنا ہے۔ وقت کے ساتھ غزل میں نئے نئے موضوعات بھی شامل ہوتے گئے۔ آج بھی شاعر اپنے دکھ درد کو غزل میں اس طرح بیان کرتا ہے جیسے وہ اپنا حالِ دل کسی دوست کو سنا رہا ہو۔

جان پہچان : آزادؔ انصاری کا اصل نام الطاف احمد تھا۔ ان کا آبائی وطن سہارن پور تھا۔ وہ ۱۸۷۱ء میں ناگپور میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے مختلف درس گاہوں میں فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹ برس کی عمر میں شاعری شروع کی۔ ابتدا میں مولانا حبیب الرحمٰن بیدلؔ سہارنپوری سے اصلاح لیتے رہے۔ بیدلؔ کے حیدرآباد چلے جانے کے بعد مولانا الطاف حسین حالیؔ کے شاگرد ہوئے۔ ۱۹۴۲ء میں آزادؔ انصاری کا انتقال ہوا۔

نہ پوچھو کون ہیں ، کیوں راہ میں ناچار بیٹھے ہیں
مسافر ہیں ، سفر کرنے کی ہمت ہار بیٹھے ہیں

اُدھر پہلو سے تم اُٹھے ، اِدھر دنیا سے ہم اُٹھے
چلو ہم بھی تمھارے ساتھ ہی تیار بیٹھے ہیں

کسے فرصت کہ فرضِ خدمتِ اُلفت بجا لائے
نہ تم بے کار بیٹھے ہو ، نہ ہم بے کار بیٹھے ہیں

نہ پوچھو کون ہیں ، کیا مدعا ہے ، کچھ نہیں بابا !
گدا ہیں اور زیرِ سایۂ دیوار بیٹھے ہیں

یہ ہوسکتا نہیں آزادؔ سے میخانہ خالی ہو
وہ دیکھو ! کون بیٹھا ہے ، وہی سرکار بیٹھے ہیں

معانی و اشارات

ناچار – مجبور — Oppressed

فرضِ خدمتِ اُلفت – محبت کی خدمت کا فرض — Duty of the service of love

زیرِ سایۂ دیوار – دیوار کے سایے تلے — Under the shadow of a wall

وہی سرکار بیٹھے ہیں – شاعر نے خود کو عزت سے مخاطب کیا ہے — The same fellow is sitting there

مشقی سرگرمیاں

- درج ذیل شعر میں خط کشیدہ الفاظ کی شعری اصطلاح پہچانیے۔

نہ پوچھو کون ہیں ، کیوں راہ میں ناچار بیٹھے ہیں
مسافر ہیں ، سفر کرنے کی ہمت ہار بیٹھے ہیں

- اس غزل کی ردیف لکھیے۔
- اس غزل کے شاعر کا تخلص لکھیے۔
- غزل کا مقطع لکھیے۔
- دوسرے شعر میں آنے والے تضاد کے الفاظ لکھیے۔
- ”نہ تم بے کار بیٹھے ہو، نہ ہم بے کار بیٹھے ہیں“ سے شاعر کی مراد بیان کیجیے۔
- ’پہلو سے اُٹھے / دنیا سے اُٹھے‘ کے معنی کی وضاحت کیجیے۔

اضافی مطالعہ

علاماتِ اوقاف

جملوں کے معنی، مطلب، لہجے اور جذبہ و کیف کے اظہار کے لیے اور کچھ مخصوص تحریروں کی شناخت کے لیے اُردو میں مخصوص تحریری نشانات مقرر ہیں۔ان نشانات کو علاماتِ اوقاف کہتے ہیں۔

.1	ختمہ ۔	مکمل بامعنی جملے کے آخر میں لگایا جاتا ہے۔مثال: اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی تعریف حمد کہلاتی ہے۔
.2	سوالیہ نشان ؟	سوالیہ جملے کے آخر میں لگاتے ہیں۔
.3	استعجابیہ، ندائیہ، فجائیہ !	(i) تعجب کے اظہار کے لیے ادا کیے گئے جملے، فقرے یا لفظ کے آخر میں۔ (ii) کسی جذبے کے تحت ادا کیے گئے القاب، صوتی الفاظ اور لفظی ترکیب کے آخر میں۔ (iii) ندا یا پکار، اجتماعی خطاب، آواز سے مخصوص نام پہچان ادا کرنے کے آخر میں لگاتے ہیں۔
.4	سکتہ ،	جملے میں مختصر وقفے یا ٹھہراؤ کے لیے لگاتے ہیں۔ مثال : انھیں دُھن رہتی تو بس ایک ہی رہتی، تلاشِ حق کی۔
.5	وقفہ ؛	جملے میں سکتے سے کچھ طویل یا لمبے وقفے یا ٹھہراؤ کے لیے۔مثال : وہ نرم گفتار، خوش مزاج شخص کینن تھا؛ پروین گروپ کے سیاحوں کا رہبر۔
.6	تفصیلیہ :-	کسی چیز کی تفصیل بیان کرنے کے لیے یا کسی تفصیل کی مزید تفصیل کے لیے۔
.7	قوسین ( )	تحریر میں جملۂ معترضہ کے لیے۔ مثال : ہم اپنا غم کسی کو سنا دیں (اپنے کسی دوست کو) تو دل کا بوجھ اُتر جاتا ہے۔
.8	اکہرے واوین ‘ ’	تحریر میں کسی چیز کی اہمیت یا انفرادیت کو ظاہر کرنے کے لیے۔مثال : اس نے اُنگلی کی پور پر انگوٹھا رکھتے ہوئے ’اِتّی سی‘ کی صراحت کی۔
.9	دہرے واوین ” “	تحریر میں کسی دوسرے کے قول، تقریر، کلام، بیان کو ہو بہو نقل کرنے کے لیے۔مثال : آپؐ نے فرمایا، ”سلمان تم سے بڑھ کر دین سے واقف ہیں۔“

غزل (۳)

شفیقؔ جونپوری

پہلی بات : ابتدا ہی سے غزل کا خاص موضوع حسن وعشق رہا ہے مگر سماج کی طرح ادب بھی عصری تقاضوں کو قبول کرتا ہے۔ اُردو غزل میں بھی رفتہ رفتہ حسن وعشق کی بجائے روزمرہ زندگی کے تقاضوں پر لکھا جانے لگا ہے۔ اب اس میں زندگی کے مسائل، سماجی رشتے، اخلاقی قدریں، انسانیت کا عروج و زوال، سیاسی موضوعات وغیرہ شامل ہونے لگے۔ شفیقؔ جونپوری کی اس غزل میں آدمی کی زندگی کے مختلف مراحل اور احوال وکوائف کو مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

جان پہچان : شفیقؔ جونپوری کا اصل نام ولی الدین تھا۔ وہ ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے حفیظؔ جونپوری، نوحؔ ناروی اور حسرت موہانی سے اپنے کلام پر اصلاح لی۔ 'تجلیات'، بانگِ جرس، حرمتِ عشق' وغیرہ ان کے شعری مجموعے ہیں۔ 'حجاز نامہ' اور 'خاتم' ان کے سفرنامے ہیں۔ ان کی شاعری میں اپنے عہد کے سیاسی، سماجی اور تہذیبی مسائل کی عکاسی ملتی ہے۔ عصری حسیت ان کے یہاں مختلف انداز میں نظر آتی ہے۔ ۱۹۶۳ء میں ان کا انتقال ہوا۔

یہ کون مسکرا کے اِدھر سے گزر گیا
دامانِ آرزو مرا پھولوں سے بھر گیا
دورِ شباب چشم زدن میں گزر گیا
جھونکا ہوا کا تھا اِدھر آیا اُدھر گیا
روح الامیں کا بھی نہ گزر ہوسکا وہاں
انسان جس مقام پہ بے بال و پر گیا
جب ہم چلے تو ساتھ چلی ساری کائنات
جب ہم ٹھہر گئے تو زمانہ ٹھہر گیا
آگاہ راز ہو کے جہاں سے اُٹھا شفیقؔ
دیوانہ تھا ضرور مگر باخبر گیا

معانی واشارات

دامانِ آرزو	آرزو کا دامن (دامن کی وسعت سے مراد ہے آرزو کا بڑا ہونا)	Desire	
دورِ شباب	جوانی کا زمانہ	Period of youth	
چشم زدن میں	دیکھتے ہی دیکھتے، فوراً	At once	
روح الامیں	حضرت جبرئیل	Gabriel angel	
آگاہِ راز	راز کو جاننے والا مراد دنیا سے باخبر	Aware of the worldly ways	

مشقی سرگرمیاں

✧ درج ذیل الفاظ کے لیے غزل میں آئے ہوئے الفاظ لکھیے۔

۱۔ پلک جھپکتے، فوراً ....

۲۔ عروج کا زمانہ، جوانی ....

۳۔ موجودات، دنیا ....

✧ درج ذیل شعر کی تشریح کیجیے۔

جب ہم چلے تو ساتھ چلی ساری کائنات
جب ہم ٹھہر گئے تو زمانہ ٹھہر گیا

✧ درج ذیل شعر کی روشنی میں دیے ہوئے سوالوں کے جواب لکھیے۔

دورِ شباب چشم زدن میں گزر گیا
جھونکا ہوا کا تھا اِدھر آیا اُدھر گیا

۱۔ اس شعر کی صنعت کا نام لکھیے۔

۲۔ اس شعر سے تضاد کے الفاظ لکھیے۔

✧ ستون 'الف' میں غزل کی شعری اصطلاحات اور ستون 'ب' میں غزل کے شعر دیے ہوئے ہیں۔ ان کے درمیان مناسب جوڑیاں لگائیے۔

ستون 'الف'	ستون 'ب'
مطلع	دورِ شباب چشم زدن میں گزر گیا — جھونکا ہوا کا تھا ادھر آیا اُدھر گیا
حسنِ مطلع	آگاہِ راز ہو کے جہاں سے اُٹھا شفیق — دیوانہ تھا ضرور مگر باخبر گیا
مقطع	یہ کون مسکرا کے ادھر سے گزر گیا — دامانِ آرزو مرا پھولوں سے بھر گیا

تلمیح (Allusion)

روح الامیں کا بھی نہ گزر ہو سکا وہاں
انساں جس مقام پہ بے بال و پر گیا

روح الامین حضرت جبرئیل کا لقب ہے اور انسان سے مراد یہاں رسول اللہؐ ہیں۔ اس شعر میں معراج کی رات کے واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

شاعر جب اپنے کلام میں کسی تاریخی واقعے، فرضی حکایت یا مذہبی قصے کی طرف اشارہ کرتا ہے، شعر میں واقعے کے ایسے استعمال کو 'تلمیح' (allusion) کہا جاتا ہے۔

✧ اس کتاب میں شامل حمد سے تلمیح کا شعر تلاش کر کے لکھیے۔

غزل (۴)

ظفرؔ کلیم

پہلی بات : صنف غزل عربی اور فارسی شاعری کی روایات اور لفظیات لے کر اُردو میں آئی تھی۔ اُردو غزل نے ہندوستانی تہذیب کے اثرات بھی قبول کیے۔ جدید اُردو غزلوں میں جہاں نئے موضوعات اور نئے خیالات ملتے ہیں، وہیں ہندی الفاظ کا استعمال بھی نئے رنگ و آہنگ کا پتا دیتا ہے۔ ذیل کی غزل میں یہ رنگ دیکھا جاسکتا ہے۔

جان پہچان : ظفرؔ کلیم کا اصل نام شمشیر خاں ہے۔ وہ ۵/ دسمبر ۱۹۳۸ء کو ناگپور میں پیدا ہوئے۔ عربی فارسی کی تعلیم انھوں نے جامعہ عربیہ اسلامیہ، ناگپور میں حاصل کی۔ ۱۹۵۸ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ وہ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۹۰ء تک شعبۂ درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ وہ طالب علمی کے زمانے ہی سے شعر کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے ابتدا میں روایتی طرز کی شاعری کی اس کے بعد جدید لب و لہجے کی طرف راغب ہوئے۔ 'طلسمِ غزل' (۱۹۸۱ء) اور 'نوائے حرفِ خموش' ان کی غزلوں کے مجموعے ہیں۔

من میں کیا ہے ، بولو نا   چپ کیوں ہو ، لب کھولو نا
صدقے تم پر نیند مری   میں جاگوں ، تم سولو نا
لب میلے ہوجاتے ہیں   عیب کسی کے کھولو نا
جھوٹ سے حاصل کیا ہوگا   سچ کے موتی رولو نا
زہر بھرا ہے سانسوں میں   ان میں امرت گھولو نا
تن تو دھو دھو صاف کیا   من بھی تھوڑا دھولو نا
وہ پانی ، تم آگ ظفرؔ
کیا گتھی ہے ، کھولو نا

معانی و اشارات

لب کھولنا	کچھ کہنا	Say something
لب میلے ہونا	برا اثر پڑنا	Resulting bad impact
موتی رولنا	موتی بکھیرنا	Spreading pearls
امرت گھولنا	اچھا برتاؤ/ اچھی باتیں کر کے ماحول کو موافق کرنا	To soften the rigidity
گتھی	اُلجھن، راز	Secret, puzzle

مشقی سرگرمیاں

✧ درج ذیل الفاظ کے لیے غزل میں استعمال کیے گئے الفاظ لکھیے۔

ہونٹ   دل   جسم   مشکل

✧ غزل سے متضاد الفاظ کی جوڑیاں تلاش کر کے لکھیے۔

✧ غزل سے صنعتِ تضاد کا شعر تلاش کر کے لکھیے۔

✧ درج ذیل شعر کے بارے میں اپنی رائے لکھیے۔

لب میلے ہو جاتے ہیں   عیب کسی کے کھولو نا

✧ درج ذیل اشعار کا مطلب بیان کیجیے۔

۱۔ زہر بھرا ہے سانسوں میں
ان میں امرت گھولو نا

۲۔ تن تو دھو دھو صاف کیا
من بھی تھوڑا دھولو نا

✧ الفاظ کے درمیان مناسب تعلق پہچان کر جوڑیاں لگائیے۔

قافیہ	متعلقہ لفظ
بولو نا	عیب
سولو نا	امرت
کھولو نا	لب
رولو نا	من
گھولو نا	نیند
دھولو نا	موتی

سرگرمی

بوجھو تو جانیں

دائرے کے الفاظ کو خالی کالموں میں 'ابجدی' ترتیب سے لکھیے۔ کالم 1 اور 11 اور 30 اشارتاً ابجدی ترتیب میں دیے ہوئے ہیں۔

الٰہ، اہانت، اہرام، اغیار، اعتراض، اٹیک، احتمال، اولین، اکسٹرا، افتا، اضحیٰ، انفاس، اتھاہ، اعتکاف، امین، اغوا، اساتذہ، اصیل، ادھیڑ، اکسائز، اظہار، اولیاء، انفاق، اگاڑی، افتاد، اصلاح، اللہ

1 ابابیل
2
3
4
5
6
7
8
9
10
11 اعتدال
12
13
14
15
16
17
18
19
20
21
22
23
24
25
26
27
28
29
30 اہلیت

89SPK2

۹۔ رباعیات

پہلی بات : ایک خاص بحر میں چار مصرعوں میں کہی جانے والی نظم کو رُباعی کہتے ہیں۔اس میں کسی خاص مضمون کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ چوتھے مصرعے میں اس کا مفہوم انتہا کو پہنچتا ہے۔رباعی میں عموماً اخلاقی مضامین برتے جاتے ہیں۔اُردو میں امجدؔ، اکبرؔ، جگت موہن لال رواںؔ، فراقؔ وغیرہ مشہور رباعی گو شعرا ہیں۔

مرزا محمد رفیع سوداؔ

جان پہچان : سوداؔ ۱۷۱۳ء میں دلّی میں پیدا ہوئے۔انھوں نے عربی، فارسی کی تعلیم حاصل کی اور شاعری میں شاہ حاتمؔ کے شاگرد ہوئے۔وہ نواب شجاع الدولہ کی دعوت پر لکھنؤ آئے۔اُردو فارسی شاعری میں سوداؔ نے تمام اصناف میں طبع آزمائی کی۔انھوں نے غزلوں اور قصیدوں کے ساتھ رباعیاں بھی لکھیں۔۱۷۹۱ء میں لکھنؤ میں ان کا انتقال ہوا۔

افسوس ، کریموں میں نہیں یہ دستور
مفلس پہ کرم کرکے نہ ہوویں مغرور
جھکتا ہے اگر شاخِ ثمردار کا ہاتھ
پھل دے کے وہیں آپ کو کھینچے ہے دور

مولوی اسمٰعیل میرٹھی

جان پہچان : مولوی محمد اسمٰعیل میرٹھی ۱۸۴۴ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔وہ بچوں کے شاعر کی حیثیت سے معروف ہیں۔انھوں نے بچوں کی نصابی کتابیں بھی مرتب کیں جو آج تک مقبول ہیں۔ان کی منظومات میں اخلاقی درس ملتا ہے۔۱۹۱۷ء میں ان کا انتقال ہوا۔

تیزی نہیں منجملۂ اوصافِ کمال
کچھ عیب نہیں اگر چلو دھیمی چال
خرگوش سے لے گیا ہے کچھوا بازی
ہاں ، راہِ طلب میں شرط ہے استقلال

جگت موہن لال رواںؔ

جان پہچان : پنڈت بابو جگت موہن لال رواں ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ کے شاعر مولانا عزیزؔ سے وہ شاعری میں اصلاح لیا کرتے تھے۔ بحیثیت رباعی گو ان کی اپنی شناخت ہے۔ ان کی رباعیوں میں اخلاقی درس پایا جاتا ہے۔ سادہ اور صاف ستھری زبان میں وہ بڑی گہری باتیں اپنی رباعیوں میں بیان کرتے ہیں۔ 'روحِ رواں' ان کی رباعیوں کا مجموعہ ہے۔ ۱۹۳۴ء میں ان کا انتقال ہوا۔

افلاس اچھا ، نہ فکرِ دولت اچھی
جو دل کو پسند ہو ، وہ حالت اچھی
جس سے اصلاحِ نفس ناممکن ہو
اس عیش سے ہر طرح کی مصیبت اچھی

سلام سندیلوی

جان پہچان : سلام سندیلوی قصبہ سندیلہ، ضلع ہردوئی میں ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے۔ گورکھپور یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو میں بحیثیت لکچرر تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے۔ 'شاعری میں نرگسیت، نکہت و نور' اور 'ساغر و مینا' ان کی اہم کتابیں ہیں۔ 'اُردو رباعیات' ان کا تحقیقی مقالہ ہے۔

ممکن نہیں یہ کہ ہو بشر عیب سے دور
پر عیب سے بچیے تا بہ مقدور ضرور
عیب اپنے گھٹاؤ ، پر خبردار رہو
گھٹنے سے کہیں ان کے نہ بڑھ جائے غرور

معانی و اشارات

لفظ	معنی	English
دستور	قانون	Rules, norms
کریم	مہربان	Benefactor
شاخِ ثمردار	پھل دار درخت	Fruit bearing tree
مجملۂ اوصافِ کمال	اعلیٰ خوبیوں کا مجموعہ	Accumulation of good values
بازی لے جانا	جیت جانا	Win
راہِ طلب	مقصد کو پانے کا راستہ	Way of achieving the goal
استقلال	کسی مقصد کے لیے قدم جمائے رکھنا	Determination
افلاس	غریبی	Poverty
اصلاحِ نفس	خود کی درستگی	Self reform
تا بہ مقدور	جہاں تک ہو سکے	As per the capacity

مشقی سرگرمیاں

رباعیات کا بغور مطالعہ کرکے دی ہوئی سرگرمیاں ہدایت کے مطابق ترتیب وار مکمل کیجیے۔

(۱)

- رباعی کے قافیے لکھیے۔
- رباعی سے ہم معنی الفاظ کی جوڑی تلاش کرکے لکھیے۔
- شاعر کے افسوس کو واضح کیجیے۔
- شاخِ ثمردار کی مثال کو اپنے لفظوں میں بیان کیجیے۔
- رباعی کے مرکزی خیال کو قلم بند کیجیے۔
- 'مفلس پہ کرم کرکے نہ ہوویں مغرور' اس مصرعے کے پیغام کو لکھیے۔

(۲)

- تیزی کے بارے میں شاعر کی رائے لکھیے۔
- خرگوش اور کچھوے کی دوڑ میں جیتنے والے کا نام لکھیے۔
- زندگی میں کامیابی کی شرط پر روشنی ڈالیے۔
- اسمٰعیل میرٹھی کی رباعی کا پیغام اپنے الفاظ میں لکھیے۔

(۳)

- رباعی میں جن کا موازنہ کیا گیا ہے ان کے نام لکھیے۔
- اصلاحِ نفس کے مفہوم کو واضح کیجیے۔
- شاعر کی ترجیح کو تحریر کیجیے۔
- رباعی کے مرکزی خیال کو تحریر کیجیے۔
- رباعی کے قافیے لکھیے۔
- دیے ہوئے الفاظ کی ضد لکھیے۔

افلاس ، پسند ، ناممکن ، مصیبت

- دیے ہوئے الفاظ کی جمع لکھیے۔

دولت ، حالت ، مصیبت ، فکر

- رباعی سے صنعتِ تضاد کا مصرع لکھیے۔

(۴)

- شاعر کے اندیشے کو اپنے الفاظ میں تحریر کیجیے۔
- اُن چیزوں کے نام لکھیے جن سے بچنے کی شاعر نے نصیحت کی ہے۔
- رباعی کے قافیے لکھیے۔
- 'گھٹنے سے کہیں ان کے نہ بڑھ جائے غرور' اس مصرع کے متضاد الفاظ کو خط کشیدہ کیجیے۔
- عیب کی جمع لکھیے۔
- غرور لفظ سے صفت بنائیے۔
- شاعر کے خبردار کرنے والی بات کی وضاحت کیجیے۔
- رباعی کے موضوع کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

اضافی معلومات

رباعی

رباعی کو 'ترانہ' اور 'دوبیتی' بھی کہا جاتا تھا۔ فارسی ادب میں رباعی کہنے کا رواج قدیم زمانے سے ہے۔ فارسی میں عمر خیاّم کی رباعیاں بے حد مقبول ہیں۔ دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں خیاّم کی رباعیوں کے ترجمے ہوئے ہیں۔ اُردو میں رباعی کا آغاز فارسی شاعری کے زیر اثر ہوا۔ ابتدا میں بعض دکنی شعرا جیسے قلی قطبؔ شاہ اور ملا وجہی نے رباعیاں کہیں۔ ان کے بعد شمالی ہند میں رباعی لکھنے کا رواج ہوا۔ ابتدائی دور کے شعرا میں میر تقی میرؔ، مصحفیؔ، میر حسنؔ اور جعفر علی حسرتؔ لکھنوی نے بھی رباعیاں کہی ہیں۔ ان کے بعد میر انیسؔ اور دبیرؔ نے اُردو میں رباعی گوئی کی روایت کو استحکام بخشا۔ مولانا الطاف حسین حالیؔ نے بھی رباعیاں لکھی ہیں۔ بیسویں صدی میں رباعی گوئی کی روایت میں زیادہ مضبوطی آئی۔ امجدؔ حیدرآبادی اور جگت موہن لال رواںؔ صرف رباعی لکھنے کے لیے مشہور ہیں۔ جوشؔ ملیح آبادی، یگانہؔ چنگیزی اور فراقؔ گورکھپوری نے رباعی کی طرف خاص توجّہ دی اور کثرت سے رباعیاں کہیں۔

اضافی مطالعہ

ہوائی محل
شوکت تھانوی

8A2KLP

پہلی بات :
ڈراما ادب کی وہ صنف ہے جس میں کسی کہانی یا واقعے کو دیکھنے والوں کے سامنے عملی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ اسٹیج پر ڈرامے کے کردار نگاہوں کے سامنے موجود ہوتے ہیں اور اپنی اداکاری اور مکالموں کے ذریعے واقعات کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ پورا عمل نگاہوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ صنف افسانہ اور ناول سے بالکل مختلف ہے جس میں واقعات تحریری شکل میں بیان کیے جاتے ہیں۔ افسانہ اور ناول کے برخلاف ڈراما صرف ادبی صنف نہیں۔ اس کی کامیابی کا دار و مدار اسٹیج کے لوازمات اور اداکاروں کی اداکاری پر ہوتا ہے۔ عمل ڈرامے کی جان ہے اور جب تک عمل میں کش مکش اور تصادم نقطۂ عروج (کلائمکس) پر نہ پہنچیں، ڈراما بھرپور تاثر نہیں چھوڑتا۔

دوسری اصنافِ ادب کی طرح ڈراما بھی ارتقا کی منزلوں سے گزرا ہے۔ اس کی ابتدائی شکل سوانگ اور نقل تھی۔ پھر اسٹیج پر ڈرامے کھیلے جانے لگے۔ اس وقت مائیکروفون کی ایجاد نہیں ہوئی تھی اور ناظرین اداکاروں کے حرکات وسکنات اور جذباتی اُتار چڑھاؤ کا باریکی سے مشاہدہ نہیں کرسکتے تھے اس لیے اداکاری میں غلو سے کام لیا جاتا تھا اور مکالمے بلند آواز میں ادا کیے جاتے تھے۔ ڈراما نگار بھی اپنی ساری قوت مکالمہ نگاری پر صرف کرتا تھا۔ مکالمے خاصے طویل ہوتے تھے اور ان میں گھن گرج اور خطابت کا انداز نمایاں ہوتا تھا۔ قدیم اُردو ڈراموں میں مقفّیٰ مکالمے استعمال ہوتے تھے اور جابجا اشعار کی مدد سے ان میں زور پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ طوالت اور تکنیک کے اعتبار سے ڈرامے کی دو قسمیں ہیں : طویل ڈراما اور یک بابی ڈراما۔ طویل ڈراما متعدد ابواب پر مشتمل ہوتا ہے جس کی کہانی میں چند واقعات مربوط ڈھنگ سے پیش کیے جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف یک بابی ڈراما کسی ایک واقعے، حالت یا کردار کے گرد گھومتا ہے۔

تاثر کے اعتبار سے بھی ڈرامے کی دو قسمیں ہیں؛ ایک المیہ جس کا تاثر المناک اور انجام دردناک ہوتا ہے اور دوسرا طربیہ جس کا تاثر مسرت بخش اور انجام خوش گوار ہوتا ہے۔

ریڈیو کی ایجاد کے بعد ڈرامے کے فن میں نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی۔ اب ڈراما نگاہوں سے اوجھل ہوکر صرف سننے کی چیز رہ گیا ہے۔ ریڈیائی ڈرامے میں آواز کے اُتار چڑھاؤ اور صوتی تاثرات کے ذریعے ڈرامائی عمل، جذباتی کشمکش اور تصادم کا اظہار کیا جاتا ہے۔ 'ہوائی محل' مزاحیہ ڈراما ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کیسے کیسے ہوائی محل بناتا ہے۔

جان پہچان :
شوکت تھانوی کا اصل نام محمد عمر تھا۔ وہ ۳ر فروری ۱۹۰۴ء کو پیدا ہوئے۔ لکھنؤ میں پرورش پائی اور یہیں سے اُن کی ادبی زندگی کا آغاز ہوا۔ انھوں نے افسانے، ریڈیو ڈرامے اور خاکے لکھے لیکن شہرت مزاح نگاری کی وجہ سے ملی۔ معمولی باتیں اور روزمرہ کے واقعات کو ظریفانہ انداز میں پیش کرنا اُن کا خاص وصف تھا۔ رسم و رواج، سماجی کمزوریوں اور انسانی برتاؤ کے مضحکہ خیز پہلوؤں پر انھوں نے بڑے خوب صورت انداز میں طنز کیا ہے اور ہنستے ہنساتے بڑے پتے کی باتیں کہہ ڈالی ہیں۔ 'سودیشی ریل'، 'طوفانِ تبسم' اور 'سیلابِ تبسم' اُن کی چند مشہور کتابیں ہیں۔ ۴ر مئی ۱۹۶۳ء کو ان کا انتقال ہوا۔

کردار

۱۔ منشی جی	۲۔ بیوی
۳۔ سلیم - منشی جی کا چھوٹا بھائی	۴۔ تار والا

(منشی جی کی بیوی چولھا پھونک رہی ہے)

بیوی : موئی گیلی لکڑیاں اُٹھا کر دے دیں۔ جیسے خیرات ہی میں تو دی ہیں۔

(دروازہ کھلتا ہے اور منشی جی آتے ہیں)

منشی جی : ارے بھئی، کہاں گئیں؟ لاحول ولاقوۃ! وہی ہانڈی چولھا۔ چھوڑو بھی اسے۔ میں پوچھتا ہوں کوئی تار تو نہیں آیا؟

بیوی : تار؟ ... کیسا تار؟

منشی جی : یعنی معلوم ہے آج سات تاریخ ہے۔ آج ہی تو تار آئے گا اس لاٹری کا۔ وہ ٹکٹ بھی رکھ لیا ہے سنبھال کے؟ پہلے وہ مجھے نکال کر دو۔

بیوی : ٹکٹ نکالے دیتی ہوں مگر ہانڈی میں دیر ہو جائے گی اور نسیم اسکول سے آ کر میرا سر کھائے گا۔

منشی جی : جاؤ جاؤ، تم ٹکٹ نکالو۔

(دروازے پر دستک ہوتی ہے)

منشی جی : کون ہے بھائی؟

سلیم : میں ہوں سلیم!

منشی جی : تو آ جاؤ نا، تم سے چھپتا کون ہے؟

سلیم : آداب عرض!

منشی جی : جیتے رہو، کہو خیریت ہے؟ دلھن اور بچے سب اچھے ہیں؟

سلیم : جی ہاں، سب اچھے ہیں۔ اُن کو نزلہ ہے۔ بڑا بچہ بخار میں مبتلا ہے اور چھوٹے کے چیچک نکل آئی ہے۔

منشی جی : (بات کاٹ کر) خیر خیر، بہر حال خیریت ہے۔ راستے میں تار گھر کا کوئی آدمی لال بائیسکل پر نظر تو نہیں آیا؟

سلیم : جی نہیں تو، کیوں خیریت تو ہے؟

منشی جی : ہاں! ایک تار کا انتظار تھا۔ یہاں یہ تم نے زرد باغ کے چوراہے کے قریب لال رنگ کی دو منزلہ کوٹھی دیکھی ہے؟ جس کے سامنے ذرا باغ وغیرہ لگا ہوا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ چمن۔

سلیم : جی ہاں، وہ کوٹھی جو آج کل بک رہی ہے؟

منشی جی : ہاں اور کیا۔ میرا خیال ہے لے لوں، پڑی رہے گی۔

(منشی جی کی بیوی داخل ہوتی ہے)

سلیم : آداب عرض بھابھی جان!

بیوی : جیتے رہو، اچھے تو ہو؟ (منشی جی سے) لو یہ ٹکٹ سنبھالو۔

منشی جی : ہاں یہی ہے، تو میاں سلیم! ویسے تو بری نہیں ہے۔ وہ اس کے چالیس ہزار مانگتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ پینتیس تک دے دیں گے۔

بیوی : کیا چیز؟

منشی جی : بھئی آج ایک کوٹھی دیکھی ہے۔ اچھی خاصی ہے۔ بجائے اس کے کہ زمین خریدی جائے، پھر اس پر عمارت بنے، چمن لگایا جائے، میرے خیال میں تو اگر یہ کوٹھی مل جائے تو سب سے اچھا۔ ابھی نئی ہے۔ شاید دس برس کی ہو۔

بیوی : تو کون لے رہا ہے وہ کوٹھی؟

منشی جی : پھر وہی، ارے صاحب! میرا ہی ارادہ ہے۔ اور کون لیتا۔ اور میاں سلیم! موٹر رکھنے کی بھی جگہ ہے۔

بیوی : (بات کاٹ کر) مجھے یہ شیخ چلّیوں سی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔

منشی جی : شیخ چلّیوں سی باتیں! تم بے وقوف ہو۔ جب اس کوٹھی میں بیٹھوگی رانی بن کر تو اس وقت پوچھوں گا مزاج شریف۔

سلیم : آخر معلوم تو ہو کہ قصہ کیا ہے؟ یعنی کیا آپ واقعی خرید رہے ہیں کوٹھی؟

منشی جی : ہاں بھائی، خیال تو ہے میرا۔ آج ایک ہفتے سے اسی چکر میں تھا۔ پہلے تو ایک نقشہ بنوایا۔ وہ کدھر گیا نقشہ؟ میں نے کہاں سنتی ہو؟... لاحول ولاقوۃ! وہ پھر چولھے کے پاس پہنچیں۔

بیوی : اے، ہانڈی جلی جا رہی تھی۔ آخر میں کیا کروں تمھاری اوٹ پٹانگ سن کر۔ نہ کسی بات کا سر نہ پیر۔

منشی جی : اچھا تم نہ سنو، لیکن میرا بستہ تو دے دو جس میں نقشہ رکھا ہے۔

سلیم : کیا نقشہ آپ کو پسند نہیں آیا؟ مگر سوال یہ ہے کہ...

منشی جی : (بات کاٹ کر) نقشہ تو اچھا ہے مگر بھائی میں ذرا جلد باز واقع ہوا ہوں۔ یہ کوٹھی تیار کھڑی ہے اور نقشے والی کوٹھی بنوانے کے لیے انتظار کی ضرورت ہے میاں۔

بیوی : (آتے ہوئے) لو، سنبھالو یہ بستہ۔

منشی جی : اِدھر آؤ، کھسک آؤ میاں سلیم۔ کدھر گیا میرا چشمہ؟ توبہ توبہ! یہ لوہے کی کمانی کے چشمے بھی کتنے ذلیل ہوتے ہیں۔ ایک شریف آدمی کے پاس کم سے کم ایک درجن چشمے ہونے چاہئیں۔ سب الگ الگ وضع کے اور سب سونے کی کمانی کے۔ ہاں، یہ رہا چشمہ۔ دیکھو میاں سلیم! یہ نقشہ ہے۔

بیوی : سلیم، ذرا ان سے پوچھو کہ روپیہ کہاں ہے؟

منشی جی : تم پھر وہی...، ارے روپے کی کیا بات ہے یہاں۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ اگر اس وقت ایک دم سے چھپّر پھٹ پڑے تو آخر کیا ہوگا؟ ہم تو اپنے انتظام سے رہیں۔

سلیم : آخر یہ معما کیا ہے؟ میں تو خود حیران ہوں۔

منشی جی : تم ان کو کہنے دو۔ تو اس نقشے میں مَیں نے ایک حوض بھی رکھوا دیا تھا، جس میں ایک فوارہ ہوتا اور رنگین مچھلیاں اس میں ڈلوا دیتا۔ یہ بات لال کوٹھی میں نہیں ہے مگر حوض بنانے کی جگہ ضرور ہے۔ لہٰذا کوئی بات نہیں، حوض کسی بھی وقت بن سکتا ہے۔

بیوی : اچھا، تم خیالی پلاؤ پکاتے جاؤ مگر میں تو ہانڈی دیکھوں۔

منشی جی : جاؤ، میرا کیا ہے مگر بعد میں تم ہی کہوگی کہ کسی صلاح مشورے میں شریک نہیں کیا۔ میں تو یہ کہتا تھا کہ تم بھی چل کر کوٹھی دیکھ لیتیں، مگر خیر...اب کل پرسوں تک موٹر میں چل کر دیکھ لینا۔

بیوی : موٹر پر نہیں، ہوائی جہاز پر۔

منشی جی : کیا معنی؟ یعنی تم غلط سمجھتی ہو۔ آخر میں کیا گھاس کھا گیا ہوں جو موٹر کمپنیوں کی فہرستیں بٹورتا پھروں۔ میاں سلیم! میرے نزدیک تو موٹر کی خوبی یہ ہے کہ تیل کم خرچ ہو اور اس کا ہر پرزہ آسانی سے مِل سکے مگر میں نے طے کیا ہے کہ میں ایک چھوٹی سی گاڑی رکھوں گا، روزمرہ کے لیے اور ایک ذرا قیمتی اور بڑی بھی ہونا چاہیے۔

سلیم : یعنی یہ سچ مچ کی سڑکوں پر چلنے والی موٹر؟

منشی جی : بھئی عجیب احمق ہو تم بھی! اور نہیں تو کیا کوک دار بچوں کا کھلونا؟

بیوی : اے تو وہ کیا جانیں، تم بھی تو پہیلیاں بجھاتے ہو۔

منشی جی : سنو میاں سلیم! میں نے بہت سی موٹروں کے متعلق تحقیقات کی ہے اور جو دو نمونے پسند کیے ہیں ان کی تصویر دِکھاتا ہوں تمھیں۔ اس فہرست میں ہے۔ (فہرست کھول کر) یہ دیکھو! یہ تو ہے چھوٹی موٹر۔

سلیم : بڑی خوب صورت ہے۔

منشی جی : پھر تیل بھی کم خرچ ہوتا ہے اور ایسی چھوٹی بھی نہیں، بس مناسب ہے۔ اس کی گدیاں ایسی لچک دار ہوتی ہیں کہ ...تم شاید کبھی موٹر پر نہیں بیٹھے۔ بس یہ سمجھ لو کہ عمدہ قسم کا صوفہ۔ بہرحال مناسب ہے۔ اس کی قیمت ساڑھے..........خیر کمیشن کاٹ کر کوئی تیس ہزار کے قریب ہوگی۔

بیوی : اور تمھارے پاس تیس ہزار رکھے ہوئے ہیں۔ پہلے تقاضا کرنے والوں کے منہ تو بند کرو۔ چلے ہیں وہاں سے ہوائی قلعے بنانے۔ گھر میں نہیں دانے امّاں چلیں بھنانے۔

منشی جی : ارے صاحب، تو کیا میں لے آیا ہوں موٹر؟ میں تو ایک بات کہتا ہوں کہ اگر لینا ہی پڑ جائے تو میں بالکل کورا تو نہ رہوں۔

سلیم : مگر میری عقل حیران ہے کہ آج یہاں یہ کیسی باتیں ہو رہی ہیں۔ آخر قصہ کیا ہے؟ کچھ معلوم بھی تو ہو۔

بیوی : تمھارے بھیّا کہیں ڈاکا ڈالنے والے ہیں شاید۔

منشی جی : پھر وہی ...ارے صاحب! میں پوچھتا ہوں کہ یہ کیا ناممکن ہے؟

سلیم : مگر آج آپ کو یہ خیال کیسے آیا؟ بیٹھے بٹھائے ...آخر یہ بڑے آدمیوں کی سی بڑی باتیں بلا وجہ تو نہیں ہوسکتیں۔

منشی جی : بھئی بات یہ ہے کہ اب کے میں نے بھی لاٹری کا ٹکٹ لیا ہے۔

سلیم : لاٹری کا ٹکٹ...! (قہقہہ لگاتا ہے)

منشی جی : یعنی تم بھی ہنس رہے ہو۔ خدا کرے ابھی تھوڑی دیر میں مجھ کو تم دیور بھابھی پر ہنسنا پڑے۔ یعنی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس میں ہنسنے اور مذاق کرنے کی کون سی بات ہے۔ لاکھوں آدمی ہر سال لاٹری کا ٹکٹ خریدتے ہیں اور کوئی سال ایسا بھی نہیں جاتا جب کسی نہ کسی کے نام انعام نہ نکلے۔ پھر میں نے کون سی حماقت کی ہے جس پر آپ لوگوں کی ہنسی رُکتی ہی نہیں؟

سلیم : بھائی صاحب! ہنسنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب ہوائی منصوبے ہیں گویا۔

منشی جی : یہاں دُنیا اُمید پر قائم ہے۔ تم چلے ہو وہاں سے ہوائی منصوبے لے کر اور جو اسی بہانے سے میری قسمت میں دولت لکھی ہو تو؟

سلیم : بھائی صاحب! خدا کرے اب آپ ہی کو انعام مل جائے مگر لاٹری کے انعام کی اُمید پر اس طرح کا انتظام کرتے ہوئے میں نے آپ ہی کو دیکھا ہے۔

منشی جی : انتظام! تو آخر میں نے کون سا اِنتظام کیا ہے؟ یہی نا کہ کوٹھی اپنی نظر میں ہے اور موٹر کے لیے فیصلہ کر لیا ہے تاکہ عین وقت پر کم سے کم یہ نہ ہو کہ کوٹھی کی جگہ جلدی میں زمین خرید لی جائے اور موٹر کی جگہ پانی چھڑکنے کی گاڑی۔ آپ ہیں صاحبزادے.....اس کو انتظام نہیں بلکہ دور اندیشی کہتے ہیں۔ میرے ذہن میں انعام پانے کے بعد کی تمام اسکیم موجود ہے تاکہ اس وقت کچھ سوچنا نہ پڑے۔

سلیم : خدا کرے اِنعام مل جائے۔ سبھی کے دن پھر جائیں گے...

منشی جی : (بات کاٹ کر) دِن پھر جائیں گے؟ یقین جانو کہ میں تو تمھاری طرف سے استعفیٰ لکھ چکا ہوں۔ یہ دیکھو بستے میں۔ (بستہ ٹٹولتا ہے) میرا اور تمھارا استعفیٰ لکھ رکھا ہے۔ یہ دیکھو، یہ رہا۔

سلیم : آپ کا استعفیٰ تو ٹھیک ہے، مگر میرا...

منشی جی : (بات کاٹ کر) کیا خوب! یعنی اب دُنیا کو مجھ پر ہنسواؤ گے بھی کہ لکھ پتی کا بھائی چالیس روپلی کی نوکری کرتا پھرتا ہے میونسپلٹی میں۔تم جائداد کا کام دیکھنا۔ میں نے دو گاؤں اور ایک باغ پہلے سے تجویز کر رکھا ہے۔اس کے علاوہ اور جائداد بھی تو آخر خریدی جائے گی۔روپیہ محض اُڑتا تو ہے نہیں۔

سلیم : تو بھابھی جان کو بلا لیجیے نا۔اُن کو شاید کسی بات کی خبر نہیں ہے۔

منشی جی : (آواز دے کر) ارے صاحب! میں نے کہا سنتی ہو؟

بیوی : ہاں! سن رہی ہوں۔نسیم کو کھانا کھلا رہی تھی۔ (قریب آ کر) وہی بے پر کی اُڑا رہے ہوں گے۔

منشی جی : دیکھا میاں سلیم تم نے؟ اِسی لیے نہیں بلاتا تھا۔

سلیم : بھابھی جان بیٹھ جائیے نا! بھائی جان نے دو گاؤں اور ایک باغ بھی تجویز کر رکھا ہے اور ہم دونوں کے استعفے تیار ہیں۔

بیوی : تو پھر ان کے پاس تار آ چکا ہوگا۔ یہ بن رہے ہیں۔

منشی جی : تار آ چکا ہوتا تو میں اِس کباڑ خانے میں اس طرح بیٹھا ہوتا؟ لا حول و لا قوۃ! ہر چیز عجیب ہے اس گھر کی۔ یہ گھڑونچی ملاحظہ ہو۔معلوم ہوتا ہے کہ پرانی وضع کا ہل رکھا ہوا ہے۔ یہ چارپائیاں ہیں جن پر ہم لوگ سوتے ہیں۔ میں تو اپنے باغ کے مالی کے لیے بھی اس قسم کی چارپائیاں مناسب نہیں سمجھتا۔ یہ دیکھیے میاں سلیم! یہ بیگم صاحبہ کے کپڑے...معلوم ہوتا ہے جیسے گھوسن .....

بیوی : ارے خوب یاد دلایا۔ وہ گھوسن موئی میرا ناک میں دم کیے ہوئے ہے۔کہہ گئی ہے کہ جب تک پچھلے مہینے کا حساب پورا نہیں ہوگا، ایک قطرہ بھی دودھ نہ دے گی۔

منشی جی : میں تو اب اس سے دودھ ہی نہیں لے سکتا۔گندی، گھناؤنی۔ بیمار گایوں کا دودھ دے دے کر اور اس میں پانی ملا ملا کر صحتیں خراب کر دیں۔ اب دودھ، مکھن، بالائی وغیرہ کسی انگریزی ڈیری سے آیا کریں گے۔ دام ضرور زیادہ جائیں گے مگر چیز تو اچھی ہوگی۔

بیوی : خیر وہ تو بعد کی بات ہے۔ پہلے اس کا حساب تو چکاؤ اور اِسی پر کیا ہے ... بنیا الگ آدمی پر آدمی بھیج رہا ہے۔ مکان دار کو جب دیکھیے، مکان خالی کرانے کی دھمکی لیے ہوئے دروازے پر کھڑا ہے۔تم تو رہتے ہو دن بھر گھر کے باہر اور ناکوں چنے چبانے پڑتے ہیں مجھ کو۔

منشی جی : (ذرا ہنس کر) یہی سب تقاضا کرنے والے کل اس بات پر فخر کریں گے کہ ایک لکھ پتی بھی ان کا مقروض رہ چکا ہے۔

بیوی : تو اب تمھی ان کو آ کر سمجھانا۔ روز آ کر میرا دماغ خالی کرتے ہیں۔

(کنڈی کھڑکھڑانے کی آواز۔ تار والا آواز دیتا ہے)

تار والا : تار لے جائیے۔

منشی جی : (گڑبڑا کر) تار... سنتی ہو... تار... میاں سلیم تار! (دوڑ کر باہر جاتا ہے)

سلیم : یہ تو واقعی تار ہے... تار... یعنی... واقعی تار!

بیوی : واہ رے تیری شان۔ تو نے دِن پلٹ دیے۔

منشی جی : (ڈرتے ہوئے آتے ہیں) بھئی ایک روپیہ ہے؟ مگر تمھارے پاس کہاں۔ میاں سلیم! ایک روپیہ ہو تو تار والے کو دے دو۔

بیوی : اے دیکھو کتنا انعام نکلا؟ بسم اللہ کہہ کر کھولنا تار۔ واہ رے تیری شان۔

منشی جی : بھئی تمھارے ہاتھ مبارک ہیں تمھی کھولو۔ میرے تو ہاتھ اس وقت کانپ رہے ہیں۔ دستخط کرنے کی جگہ لکھ گیا تھا لکھ پتی۔

سلیم : کیا کہا؟ لکھ پتی لکھ گئے تھے؟ تو بھائی صاحب غلط ہی کیا لکھے تھے؟

منشی جی : ارے بھئی تو اسے کھولو نا جلدی... جلدی!

بیوی : اے، تم خود کیوں نہیں کھولتے؟

منشی جی : نہیں، تم کھولو! بسم اللہ کر کے۔ مجھے تو کچھ اختلاج سا ہو رہا ہے۔

بیوی : (تار کھولتی ہے) لو پڑھو۔

منشی جی : لینا سلیم میاں۔ دیکھو رقم کتنی ہے؟ کدھر گیا میرا چشمہ؟

سلیم : ارے!

منشی جی : کیوں، کیا بات ہے؟

سلیم : محمود بھائی کا تار ہے۔ کل شام بھابھی جان زینے سے گر پڑیں۔ پیر کی ہڈّی ٹوٹ گئی ہے۔

بیوی : ہائے! یہ کیسے ہوا؟ (روتی ہے)

منشی جی : کیا بری خبر دی کم بخت نے۔ سوچا تھا کیا اور کیا ہو گیا۔

مشقی سرگرمیاں

✦ ذیل کا خاکہ مکمل کیجیے۔

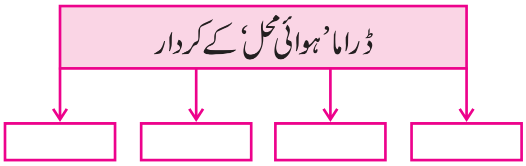

✦ ذیل کا خاکہ مکمل کیجیے۔

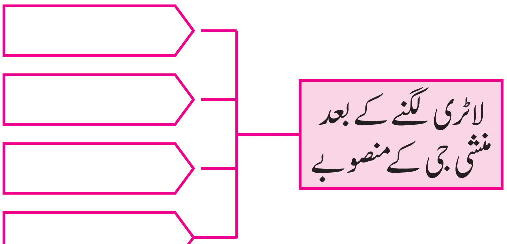

✦ خیالی باتوں کے لیے سبق میں جو مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں انھیں لکھیے۔

✦ 'لاحول ولاقوۃ' اِس کلمے کو مکمل کیجیے۔

✦ درج ذیل فقروں کے لیے ایک لفظ لکھیے۔

۱۔ باغ کی دیکھ بھال کرنے والا

۲۔ وہ چیز جس کے اوپر پانی کے گھڑے رکھتے ہیں

۳۔ کھیتوں میں استعمال کیا جانے والا آلہ

۴۔ دودھ بیچنے والی

✦ ذیل کی خالی جگہوں کو پُر کیجیے۔

۱۔ کوٹھی کی قیمت : ....

۲۔ کار کی قیمت : ....

✦ مصنف جن لوگوں کا مقروض ہے ان کے نام لکھیے۔

✦ سبق سے محاورے تلاش کرکے لکھیے۔

✦ ذیل کا خاکہ مکمل کیجیے۔

✦ تار کھولتے وقت منشی جی اور ان کی بیوی کی کیفیتیں لکھیے۔

✦ منشی جی کی ملازمت سے استعفیٰ دینے کی وجہ تحریر کیجیے۔

✦ گھوسن کی بجائے انگریزی ڈیری سے دودھ، مکھن اور بالائی خریدنے کی وجوہات لکھیے۔

اضافی معلومات

مخفّفات ونشانات

اس کتاب میں اُردو لکھنے کے لیے جو رسم الخط استعمال کیا گیا ہے، اسے نستعلیق کہتے ہیں۔ اس طرزِ تحریر میں چند مخصوص مخفّفات اور نشانات کا چلن عام ہے۔ ان کی معلومات آپ کو اُردو پڑھتے وقت مددگار ثابت ہوگی۔

.1	؎	بیت/شعر کا نشان	مکمل شعر یا بند لکھنے سے پہلے بنایا جاتا ہے۔
.2	ع / ء / ع	مصرع کا نشان	مصرع لکھنے سے پہلے بنایا جاتا ہے۔
.3	ؔ	اسے خطِ بت کہا جاتا ہے۔	یہ نشان شاعر کے تخلص پر بنایا جاتا ہے۔
.4	و-الف	یہ 'ورق اُلٹیے' کا مخفف ہے۔	تحریر میں صفحے کی آخری سطر کے بعد لکھا جاتا ہے۔ انگریزی مخفف PTO (Please turn over) کا متبادل ہے۔
.5	الخ	یہ 'اِلیٰ آخرِہٖ' کا مخفف ہے یعنی عبارت کے آخر تک	عبارت یا شعر کو مکمل نقل کرنے کی بجائے عبارت کے ابتدائی الفاظ لکھ کر اسے لکھا جاتا ہے یعنی مکمل عبارت مراد ہے۔
.6	...	تین یا تین سے زائد نقطے	عبارت یا متن سے کسی لفظ یا کسی حصے کو حذف یا ختم کرتے ہوئے ان کی جگہ یہ نشان بنایا جاتا ہے۔

تحریری سرگرمیاں

خط نویسی

خط لکھنا ایک فن ہے۔ خط میں اپنے خیالات و احساسات کو مختصر اور جامع انداز میں تحریر کیا جاتا ہے۔ ماضی قریب میں خط کو بہت اہمیت حاصل رہی ہے۔ سابقہ جماعتوں میں آپ زبان و ادب کے مشہور افراد کے خطوط کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ ایک وقت تھا جب ہم اپنے متعلقین کو پابندی سے خط لکھا کرتے تھے لیکن ٹیلی فون، موبائل، ای میل اور رابطے کے دیگر جدید ترین وسائل کے مروّج ہوجانے کی وجہ سے خطوط کا لکھنا کم ہوتا جارہا ہے لیکن خط کے ذریعے تبادلۂ خیالات میں کمی آجانے کے باوجود اس کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ خط کی دو قسمیں ہیں۔

رسمی خط
عریضہ، درخواست، کاروباری خط

غیر رسمی خط
رشتہ داروں، دوستوں وغیرہ کو لکھا جانے والا خط

موجودہ دور میں خط لکھنے کے لیے ای میل اور دیگر تکنیکی وسائل کا استعمال بڑھ گیا ہے۔ مستقبل میں ان وسائل کا بہت زیادہ استعمال ہوگا اس لیے تکنیک کے پیشِ نظر خط نویسی کے اس طریقے کو متعارف کیا جارہا ہے۔

رسمی خط	غیر رسمی خط
تاریخ مکتوب الیہ کا نام، عہدہ رابطے کا پتہ القاب مقصد خط کا مضمون : تمہید، موضوع کی مختصر تفصیل، تجویز مکتوب نگار کے دستخط نام اور پتا **انسلاکات** : اگر خط / عریضے کے ساتھ کوئی دستاویزی کاغذ منسلک کیا جارہا ہے تو اس کا تذکرہ۔	تاریخ القاب و آداب احوال کا اظہار اور خیریت پُرسی آپسی معاملات کا اظہار رشتے اور تعلق کے لحاظ سے جملے اختتامی کلمات مکتوب نگار کے دستخط نام اور پتا

جانچ کے نکات: پانچ نمبرات پر مشتمل اس تحریری سرگرمی کی قدر پیمائی کے لیے خط، خط کا خاکہ، مقصد، القاب، نفسِ مضمون اور پیشکش کے پیشِ نظر نمبرات دیے جائیں۔ نفسِ مضمون پر خاص توجہ دی جائے۔

نمونہ سرگرمی برائے خط نویسی

دیے گئے 'کل مہاراشٹر مقابلۂ دینیات سلسلہ نمبر ۳' سے متعلق اعلامیے کو بغور پڑھیے اور ہدایت کے مطابق سرگرمی کو مکمل کیجیے۔

اُردو پروگریسیو ٹیچرس ایجوکیشنل کلچرل سوسائٹی (UPTECS)
کے زیرِ اہتمام

کل مہاراشٹر مقابلۂ دینیات سلسلہ نمبر ۳

بروز پیر اور منگل، یکم اور ۲ جنوری ۲۰۱۸ء

مقام : اے۔آر۔ایم ملٹی پرپز ہال، ناندگاؤں

تقریری مقابلہ
بروز پیر، یکم جنوری ۲۰۱۸ء
صبح ۹ بجے تا شام

عنوانات
- وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
- سرورِکونینؐ کے فرمان اور ہم
- محمدؐ - امن اور سلامتی کے علمبردار

مضمون نویسی
بروز منگل، ۲؍جنوری ۲۰۱۸ء
صبح نو بجے تا دوپہر ایک بجے

جونیئر گروپ
جماعت پنجم تا ہشتم

سینئر گروپ
جماعت نہم تا دہم

انعامات :

اوّل	:	شیلڈ + 2500 روپے نقد + سرٹیفکیٹ
دوم	:	کپ + 2100 روپے نقد + سرٹیفکیٹ
سوم	:	گفٹ ہیمپر + 1700 روپے نقد + سرٹیفکیٹ

آپ کو مدعو کرتے ہوئے دلی مسرت محسوس کرتے ہیں۔اُمید کہ مقابلے میں شریک ہوکر محبت و عقیدت کا ثبوت دیں گے۔

صدر ——— المنتظرین ——— سکریٹری

سوال ۱ : آپ کے چھوٹے بھائی نے اس تقریری مقابلے میں اوّل انعام حاصل کیا ہے۔اسے تہنیتی خط لکھیے۔

سوال ۲ : آپ کے دوست نے مضمون نویسی مقابلے میں حصہ لیا۔انعام نہ ملنے کی وجہ سے بہت مایوس ہے۔ حوصلہ افزائی کے لیے خط لکھیے۔

سوال ۳ : انھی تاریخوں میں آپ کے اسکول میں 'سالانہ تقریب' کا انعقاد ہو رہا ہے۔آپ کے اسکول کے طلبہ اس مقابلے میں شریک نہیں ہو سکتے۔اس کے لیے معذرتی خط صدر و سکریٹری کے نام لکھیے۔

(نکات میں اضافے کی اجازت ہے۔)

خلاصہ نویسی

تلخیص یا خلاصہ نویسی دراصل پڑھے گئے لسانی مواد کی تفہیم کے ماحصل کی جانچ ہے یعنی طلبہ نے مثال کے طور پر جو سبق پڑھا تو اسے سمجھ کر وہ پڑھے گئے مواد کو اپنے لفظوں میں کس حد تک بیان کرسکتا ہے۔ تفصیلی مواد کا خلاصہ تحریر کرنا اہم تحریری مہارت ہے۔ اس سرگرمی کو فروغ دینے کے لیے خلاصہ نویسی کو نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔

خلاصہ صرف سطروں کی کانٹ چھانٹ یا جملے کم کر کے لکھنا نہیں ہے بلکہ کسی مفصل خیال کو جامع اور مختصر انداز میں تحریر کرنا ہے۔

خلاصہ تحریر کرنے سے قبل -
- ☆ عبارت کو دو تین مرتبہ غور سے پڑھ لیا جائے۔
- ☆ عبارت کے مرکزی خیال کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیا جائے۔

خلاصہ تحریر کرتے وقت -
- ☆ عبارت کے جملے، الفاظ، تراکیب کو ہو بہو نقل نہ کیا جائے۔
- ☆ صرف مرکزی خیال اور اہم نکات کو اختصار کے ساتھ اپنے جملوں میں لکھا جائے۔
- ☆ خلاصے کی عبارت ادھوری محسوس نہ ہو اور نہ ہی کسی نکتے کو نظر انداز کیا جائے۔

خلاصے کا نمونہ -۱

☆ دیے ہوئے اقتباس کو پڑھ کر خلاصہ لکھیے۔

احاطے کے شمالی گوشے میں ایک نیم کا درخت ہے۔ کچھ دن ہوئے ایک وارڈر نے اس کی ٹہنی کاٹ ڈالی تھی اور جڑ کے پاس پھینک دی تھی۔ بارش ہوئی تو تمام میدان سرسبز ہونے لگا۔ نیم کی شاخوں نے بھی زرد چیتھڑے اُتار کر بہار کی شادابی کا نیا جوڑا پہن لیا۔ جس ٹہنی کو دیکھو ہرے ہرے پتّوں اور سفید سفید پھولوں سے لد رہی ہے لیکن اس کٹی ہوئی ٹہنی کو دیکھیے تو گویا اس کے لیے کوئی انقلابِ حال ہوا ہی نہیں، ویسی ہی سوکھی پڑی ہے۔

یہ بھی اس درخت کی ایک شاخ ہے جسے برسات نے آتے ہی زندگی اور شادابی کا نیا جوڑا پہنا دیا۔ یہ آج بھی دوسری ٹہنیوں کی طرح بہار کا استقبال کرتی ہے مگر اب اسے دنیا کے موسمی انقلابوں سے کوئی سروکار نہ رہا۔ بہار و خزاں، گرمی اور سردی، خشکی و طراوت اس کے لیے سب یکساں ہوگئے۔

کل دوپہر کو اس طرف سے گزر رہا تھا کہ یکایک اس شاخِ بریدہ سے پاؤں ٹکرا گیا۔ میں رُک گیا اور اسے دیکھنے لگا۔ میں سوچنے لگا کہ انسان کے دل کی سرزمین کا بھی یہی حال ہے۔ اس باغ میں بھی اُمید و طلب کے بے شمار درخت اُگتے ہیں اور بہار کی آمد آمد کی راہ تکتے رہتے ہیں لیکن جن ٹہنیوں کی جڑ کٹ گئی اُن کے لیے بہار و خزاں کی تبدیلیاں کوئی اثر نہیں رکھتیں۔ کوئی موسم بھی انھیں شادابی کا پیغام نہیں پہنچا سکتا۔

خلاصہ-۱

احاطے کے گوشے میں نیم کا درخت ہے۔ وارڈر نے اس کی ٹہنی کاٹ کر پھینک دی۔ بارش ہوئی تو میدان اور نیم کی شاخوں پر ہریالی اور سرسبزی آ گئی۔ درخت کی ٹہنیاں ہرے پتوں اور سفید پھولوں سے لد گئی مگر کٹی ہوئی ٹہنی یونہی سوکھی رہ گئی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ موسم کی تبدیلی کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ سب موسم اس کے لیے یکساں ہو گئے۔ ٹہنی کی اس حالت کو دیکھ کر احساس ہوا کہ انسان کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ جو لوگ حق کی جڑ سے کٹ گئے ان پر کوئی بات اثر نہیں کرتی۔

جانچ کے نکات: جانچ کے دوران خیالات کا تسلسل، متن کا مرکزی خیال، صحتِ زبان اور اختصار کا خصوصی خیال رکھا جائے۔

درسی، غیر درسی اقتباس پر مبنی سرگرمیاں

اقتباس پر مبنی سرگرمیاں دراصل تفہیم، انطباق، استعمال اور ذاتی رائے کی جانچ ہے۔

اقتباس کا انتخاب :

۱۔ درسی یا غیر درسی اقتباس ۱۳۰ تا ۱۵۰/الفاظ پر مشتمل ہو۔

۲۔ اقتباس مکمل ہو۔ ادھوراپن محسوس نہ ہو۔

۳۔ اقتباس غور و فکر اور تحریک دینے والا ہو۔

۴۔ اقتباس سے متعلق آزادانہ رائے دی جا سکتی ہو۔

سرگرمیاں :

۱۔ تفہیم کی جانچ کے لیے چار آسان معروضی سرگرمیاں	½ × 4 = 2
۲۔ انطباق کی جانچ کے لیے ایک آسان تفصیلی سرگرمی	2 × 1 = 2
۳۔ استعمال کی جانچ کے لیے قواعد یا ذخیرۂ الفاظ پر مبنی دو سرگرمیاں	1 × 2 = 2
۴۔ ذاتی رائے کے اظہار کی جانچ کے لیے ایک سرگرمی	1 × 1 = 2

جانچ کے نکات :

۱۔ تفہیم اور ذخیرۂ الفاظ پر مبنی سرگرمیاں - جواب ہدایات کے مطابق ہوں۔

۲۔ انطباق پر مبنی تفصیلی سرگرمی - اقتباس کی روشنی میں، مواد کے اعتبار سے تین تا چار جملوں میں لکھا گیا ہو۔

۳۔ قواعد - ہدایت کے عین مطابق ہو۔

۴۔ ذاتی رائے - مواد کے اعتبار سے، خیالات، مشاہدات، ذاتی مطالعے پر مبنی ہو۔ اِملے اور قواعد کا خیال رکھا گیا ہو۔

اشتہار نویسی

آج کا زمانہ اشتہارات کا زمانہ ہے۔ اشتہارات ہماری زندگی کا حصہ بن چکے ہیں۔ تجارت کو فروغ دینے اور تجارتی مال کے تعارف اور اس کے لیے اشتہارات بہت ضروری ہیں۔ اخبارات، پوسٹرس، ہورڈنگ، ٹی وی، انٹرنیٹ اور دیگر رابطے کے تکنیکی وسائل اشتہارات کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ اشتہار میں تصویروں، جملوں اور اُن کی مناسب پیش کش کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔ (اسکولی سطح پر امتحانی نقطۂ نظر سے اس سرگرمی میں تصویر/فوٹو ضروری نہیں ہے)

دلچسپ اشتہار کے لیے یاد رکھیں...

☆ عنوان آسان، دلچسپ، عام فہم اور پُرکشش ہو۔
☆ ہم صوت الفاظ، دلچسپ جملوں اور آرآفر کا مناسب استعمال ہو۔
☆ اشتہار کے جملے تحریک دینے والے اور اعتماد ظاہر کرنے والے ہوں۔
☆ جاذبِ نظر ترتیب اور تفصیل ہو۔
☆ کمپنی کا نام، پتا، پروڈکٹ کی تفصیل اور پُرکشش آفر واضح ہوں۔

اشتہارات کے ذرائع

- اخبارات
- ٹی وی
- رسائل
- پوسٹرس
- پمفلٹ
- ہورڈنگ
- ریڈیو
- فلمیں

اشتہار کا نمونہ

ریڈی مکس ہربلس

لائے ہیں خاص ماہِ صیام میں

روح میں تازگی لائے
خوشگوار زندگی کا احساس دلائے

سخت گرمی اور پیاس کی شدت میں
تازگی اور ٹھنڈک کا احساس پیدا کرے

تین 3 الگ الگ ذائقوں میں

شربت صحت افزا

1 لٹر، 2 لٹر اور 5 لٹر پلاسٹک بوتل اور کین میں

تازہ پھلوں، قدرتی جڑی بوٹیوں سے کشید کیا ہوا
الکحل، مصنوعی رنگ اور مضر اشیا سے پاک

مینوفیکچرر: ریڈی مکس ہربلس، انڈیا
۲/۳، گلشن انڈسٹریل ایریا، سائنا خورد

ڈسٹری بیوٹر: ناز ریمیڈیز
سروے نمبر ۹۱، فارمیسی نگر، سیاہ گاؤں

جانچ کے نکات: اس سرگرمی کے لیے چھ نمبرات مختص ہیں۔ جانچ کرتے وقت اشتہار کی مناسبت سے نکات اور زبان کے استعمال کو مدنظر رکھا جائے۔

خبر نگاری

موجودہ زمانہ عام معلومات میں اضافے کا زمانہ ہے۔خبریں عام معلومات کا بہترین وسیلہ ہیں۔جدید مواصلاتی ٹکنالوجی اور ذرائع ابلاغ ونشریات کی وجہ سے دنیا سمٹ کر ایک گاؤں کی شکل اختیار کر چکی ہے۔دنیا میں کہیں بھی واقع ہونے والے سانحات اور حادثات کی خبریں پل بھر میں دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچ جاتی ہیں۔

خبر دراصل واقعے یا حادثے کا حقیقی بیان ہوتا ہے۔خبر کا مقصد معلومات دینا، حالات سے متعلق بیداری پیدا کرنا اور حالات کی حقیقی معلومات بہم پہنچانا ہے۔اس لیے آج خبریں زندگی کا حصہ بن چکی ہیں۔طلبہ میں خبر لکھنے اور بیان کرنے کا طریقہ اور سلیقہ پروان چڑھے، اس لیے 'خبر نگاری' کی تحریری مہارت کو نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔

خبر نگاری کے لیے یاد رکھیں ...

۱) حادثے یا واقعے کی مکمل اور صحیح معلومات دی جائے۔

۲) دن، تاریخ، وقت، مقام کا تذکرہ کیا جائے۔

۳) حادثے یا واقعے کی اصل حقیقت بیان کی جائے۔

۴) مقامی حالات اور تاثرات کا تذکرہ کیا جائے۔

۵) خبر کو ذاتی خیالات اور جانبداری سے پاک رکھا جائے۔

خبر نگاری کے اہم نکات

۱) **سرخی** - مکمل خبر کی آئینہ ہوتی ہے اس لیے جلی حرفوں میں سرخی لکھیں۔

۲) **ذرائع** - خبر دینے والے ذرائع کا تذکرہ کریں۔

۳) **بیان** - واقعہ یا حادثہ ہونے کے بعد خبر دی جاتی ہے اس لیے خبر میں ماضی کا صیغہ استعمال کریں۔

۴) **تفصیلات** : خبر میں پہلے واقعے یا حادثے کا تذکرہ ہو پھر اس کی تفصیلات ہوں۔

خبر کے نمونے

موتی ہائی اسکول، خیرآباد میں اپنی نوعیت کا منفرد کریئر گائیڈنس پروگرام

مالیگاؤں، یکم جنوری ۲۰۱۸ (نامہ نگار کے ذریعے) : اُمید فاؤنڈیشن کے یومِ تاسیس کے موقع پر قلب شہر میں واقع موتی ہائی اسکول، خیرآباد کے وسیع میدان میں شہر کے اُردو میڈیم طلبہ و طالبات کی تعلیمی اور پیشہ ورانہ رہنمائی کے لیے یک روزہ 'اُمید - کریئر گائیڈنس، لیکچر و نمائش' کا انعقاد کیا گیا جس میں میڈیکل، کامرس، انجینئرنگ اور مقابلہ جاتی امتحانات کے ماہر اساتذہ نے پاور پوائنٹ پریزنٹیشن، چارٹس، ماڈلس اور شارٹ فلموں کے ذریعے طلبہ کی رہنمائی کی۔ اختتام پر اپٹی ٹیوڈ ٹسٹ کے ذریعے انفرادی رہنمائی کا بھی اہتمام تھا۔ اس مفید اور کارآمد کریئر گائیڈنس تقریب کی صدارت معروف کریئر کاؤنسلر مختار یوسف انصاری نے کی۔ ابتدا میں اسکولی طالبات نے قرأت، حمد، نعت پیش کی۔ اُمید فاؤنڈیشن کے جنرل سکریٹری ایم۔ علی نے تعارفی و استقبالیہ کلمات پیش کیے اور گل دے کر مہمانان و لیکچررز کا خیر مقدم کیا۔ اسکول کے سپروائزر ریحان ہمدانی نے تفصیل سے اغراض و مقاصد اور اُمید کی کارکردگی و عزائم بیان کیے۔ کریئر کاؤنسلر عابد علی نے میڈیکل، پیرامیڈیکل اور فارمیسی کورسیس سے متعلق رہنمائی کی۔ مرتضیٰ انصاری نے داخلہ امتحانات NEET، MHCET کے طریقۂ کار، ضروری دستاویز وغیرہ سے متعلق مفید معلومات دی۔ ڈاکٹر عقیل شاہ نے IIT، JEE امتحانات کی تیاری پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ محترم مشتاق عباس نے گورنمنٹ کالجز اور دیگر معیاری کالجز کی نشاندہی کی۔ چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ یٰسین صاحب (این بی ایسوسی ایسٹ) نے شعبۂ کامرس سے متعلق رہنمائی کی۔ محترمہ نسیم قریشی نے مقابلہ جاتی امتحانات کی مفید معلومات دی۔ موٹیویشنل لیکچرر متین حفیظ نے شہر اور بیرون شہر مختلف شعبۂ حیات میں شہر کے سرگرم نمائندہ افراد کو رول ماڈل کے طور پر اسٹیج پر پیش کیا اور ان کی زندگی کے نشیب و فراز اور تعلیمی سرگرمیوں سے متعلق طلبہ کو معلومات دی۔ صبح نو سے ایک اور دوپہر تین سے چھے تک چلنے والے اس پروگرام کی طلبہ، سرپرست اور اساتذہ نے خوب تعریف کی۔ تفصیلی پروگرام کی نظامت بالترتیب کاشف ارسلان اور سعد انجم نے کی۔ مصعب عمیر کے شکریے پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

جانچ کے نکات : خبر کی سرخی جو کہ خبر کا نچوڑ ہوتی ہے، واقعہ کب ہوا، کہاں ہوا، کیوں ہوا اور کیسے ہوا، تسلسل، خبر کے اہم نکات کی وضاحت۔

کہانی نویسی / واقعہ نگاری

کہانی یا واقعہ تسلسل سے بیان کرنا مہارت کا کام ہوتا ہے۔ عموماً اس کے لیے نکات، اشارے یا تصاویر دی جاتی ہیں جن کی مدد سے کہانی یا واقعے کو بیان کیا جاتا ہے۔ کہانی نویسی یا واقعہ نگاری میں مشاہدہ، تخیل اور خیالات کو بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے۔

کہانی یا واقعہ لکھتے وقت 'مرکزی خیال' کے ساتھ درج ذیل باتوں کا خاص خیال رکھیں۔

۱) کہانی / واقعہ لکھنے کے لیے موضوع کا انتخاب
۲) موضوع کے مرکزی خیال کی مناسبت سے کردار یا کرداروں کا تعین
۳) واقعے اور کردار کا تعلق
۴) اس تعلق کے اثر سے واقعے / ماجرے کی تشکیل
۵) واقعے / ماجرے کے واقعاتی اجزا میں ربط
۶) واقعے / ماجرے کے بیان میں مناسب زبان کا استعمال
۷) واقعے کا متاثر کن نتیجہ
۸) واقعے / کہانی کے لیے موضوع سے مناسبت رکھنے والا عنوان

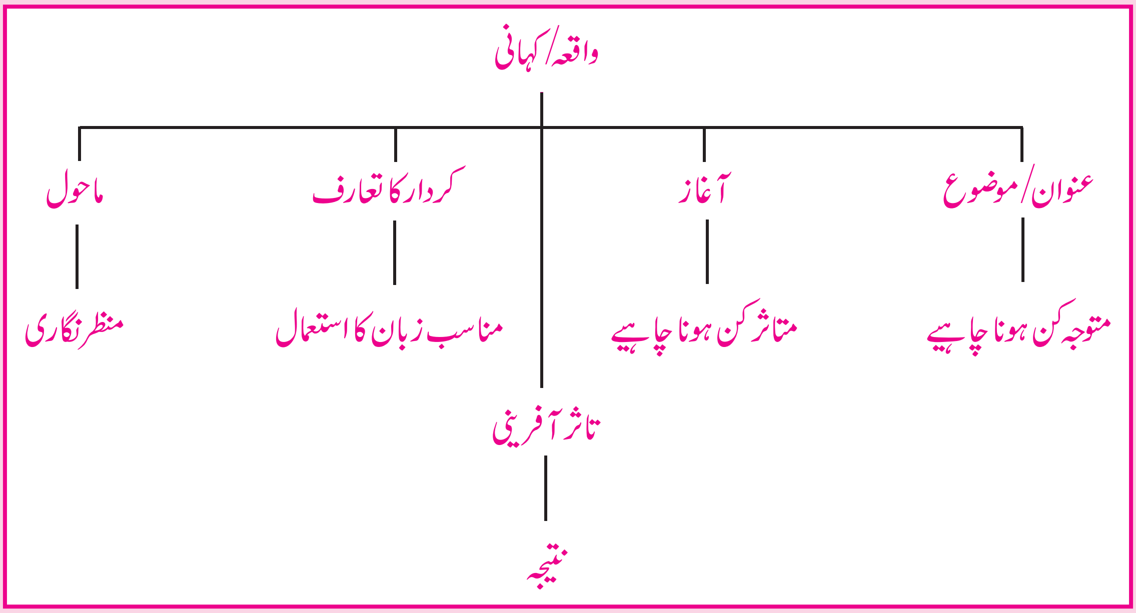

جانچ کے نکات: اس سرگرمی کے لیے چھ نمبرات مختص ہیں۔ جانچ کے لیے مناسب عنوان، مرکزی خیال، مؤثر اندازِ بیان، خیالات میں ربط، کردار سے متعلق مکالمے، علاماتِ اوقاف کا استعمال، زبان کی صحت، نتیجہ وغیرہ نکات کو مدنظر رکھتے ہوئے نمبرات دیے جائیں۔

مضمون نویسی

کسی عنوان کے تحت اپنے خیالات کو تسلسل اور ربط سے نثر میں تحریر کرنا مضمون نویسی کہلاتا ہے۔

مضمون کے تین اہم حصے ہیں: (الف) تمہید (ب) نفس مضمون (مثبت نکات/منفی نکات) (ج) اختتام

تمہید : تمہیدی جملے عنوان سے متعلق مختصر اور دلچسپ ہوں یعنی تمہیدی پیراگراف ایسا ہو کہ قاری پورا مضمون پڑھنے پر مجبور ہو جائے۔

نفسِ مضمون : عنوان سے متعلق ذاتی خیالات، مشاہدات، تجربات، عام معلومات، اقوال، اشعار کو سلسلہ وار تحریر کیا جائے۔ اس میں مثبت اور منفی دونوں نکات شامل کیے جائیں تو نفس مضمون جامع اور مدلل ہوگا۔

اختتام : اختتامی پیراگراف میں مضمون کا نچوڑ ہوتا ہے۔ اختتام پُر لطف، جامع اور نتیجہ خیز ہونا چاہیے تا کہ قاری پر اس کا اثر دیر پا رہے۔

مضمون نویسی کے لیے اہم

- عمدہ و معیاری زبان
- بہترین خیالات
- مطالعہ
- مشاہدہ
- غور و فکر
- ذخیرۂ الفاظ
- تاثرات

(نوٹ : اس حصے میں ذاتی خیالات پر مبنی مضمون، آپ بیتی، تصوراتی و تخیلاتی مضامین شامل ہیں۔)

جانچ کے نکات : موضوع سے متعلق مناسب تمہید، نفس مضمون (موضوع کی ضرورت کے لحاظ سے مثبت و منفی نکات)، جامعیت، دلائل، نتیجہ۔

مہاراشٹر راجیہ پاٹھیہ پستک نرمتی وابھیاس کرم سنشودھن منڈل، پونہ

तारुफे उर्दू (उर्दू भाषा) इ. १०वी

₹ [redacted]